www.mohaddis.com

312

مدیر اعلیٰ
حافظ عبد الرحمن مدنی

ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلّہ

مُحدّث

جولائی ۲۰۰۷ء

۲ امامِ کعبہ شیخ سدیس کا دورۂ پاکستان؛ خطابات
۳۲ سیرتؐ کے شناور مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوریؒ
۴۷ جاوید غامدی صاحب کی 'قطعی' فریب کاری

مجلس التحقیق الاسلامی

مجلس التحقیق الاسلامی
ISLAMIC RESEARCH COUNCIL
PAKISTAN

ماہنامہ محدث لاہور

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارف

مُدیر اعلیٰ: حافظ عبدالرحمٰن مدنی   مُدیر: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ہی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے - جس کا نام محدث تھا - کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیمِ ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین ودانشور حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ نے اس کا اِجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ ۱۹۷۰ء سے اب تک کامیابی وکامرانی سے شائع ہورہا ہے، وللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحبِ علم وفضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور ملحدانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: ۲۰روپے   زرِ سالانہ: ۲۰۰روپے بیرون ملک: ۲۰ڈالر

بذریعہ منی آرڈر ربینک ڈرافٹ ۲۰۰روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی وتحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔   ایڈریس: ماہنامہ محدث، ۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۵۴۷۰۰

فون نمبر: 042 - 3586639 / 35866476   موبائل: 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.kitabosunnat.com __   www.mohaddis.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

اجرائے مُحدث کے مقاصد

☜ عناد اور تعصّب قوم کیلئے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں!
لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

☜ علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!
لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

☜ غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے!
لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیت دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

☜ تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالح دینیہ کے خلاف ہے!
لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین ومسائل اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

☜ آئین وسیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!
لیکن جدا ہو دین سیاست سے تورہ جاتی ہے چنگیزی۔

☜ جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے!
لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدّث لاہور

کا مطالعہ فرمایئے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

ملّت اسلامیہ کا علمی واصلاحی مجلّہ

ماہنامہ محدّث لاہور پاکستان

جلد ۳۹ / شمارہ ۷
جمادی الآخرۃ ۱۴۲۸ھ
جولائی ۲۰۰۷ء

مُدیر اعلیٰ
حافظ عبدالرحمٰن مدنی

مُدیر حافظ حسن مدنی
0333-4213525

زر سالانہ ۲۰۰ / روپے
فی شمارہ ۲۰ / روپے

بیرون ممالک
زر سالانہ ۲۰ / ڈالر
فی شمارہ ۲ / ڈالر

Monthly MUHADDIS A/c No: 984
UBL - Model Town Crossing, Lahore

دفتر کا پتہ
۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن
لاہور 54700

☎: 5866476
5866396
5839404

Email: hhasan@wol.net.pk

Publisher:
Hafiz Abdul Rahman Madani

Printer:
Shirkat Printing Press, Lahore

فہرست مضامین

امام کعبہ کے دورہ اور خطابات پر اشاعتِ خاص

فکر و نظر
امامِ کعبہ ڈاکٹر عبدالرحمٰن سدیس کا دورۂ پاکستان — حافظ حسن مدنی — ۲

کتاب و سنت
اے اُمتِ قرآن! قرآن کی طرف پلٹ آؤ — شیخ عبدالرحمٰن سدیس — ۲۳

اقوام و ملل
اسلام کا عالمی پیغام اور اہلِ علم کا فرض — شیخ عبدالرحمٰن سدیس — ۲۹
اسلام کا پیغام امن اور مسلم اُمہ کا اتحاد — شیخ عبدالرحمٰن سدیس — ۳۹

دفاع حدیث
غامدی صاحب کی 'قطعی' فریب کاری — محمد رفیق چودھری — ۴۵
مذہبی پیشوائیت؛ پرویز کا ایک کھوٹا سکہ ③ — ڈاکٹر محمد دین قاسمی — ۵۱

یاد رفتگاں
سیرت کے شناور مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوریؒ — ڈاکٹر محمد مجیب الرحمٰن — ۶۸

Islamic Research Council

محدث کتاب وسنت کی روشنی میں آزادانہ بحث وتحقیق کا حامی ہے ادارہ کا مضمون نگار حضرات سے کلی اتفاق ضروری نہیں!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر ونظر

عالم اسلام کی مقبول ترین دینی شخصیت

امامِ کعبہ شیخ ڈاکٹر عبدالرحمٰن سدیس کا دورۂ پاکستان

حرمین شریفین کی سرزمین اسلام کا مرکز ہے، نبی آخرالزمان ﷺ کے مولد ومسکن اور مہبطِ وحی ہونے کے ناطے تمام مسلمان اس سرزمین سے خاص عقیدت رکھتے ہیں۔ حرمینِ شریفین میں اہم ترین حیثیت مسجدِحرام کو حاصل ہے جس میں کعبہ مشرفہ کے نام سے اللہ تعالیٰ کا مبارک گھر ایستادہ ہے۔ ہر مسلمان اپنے دل میں اس گھر کی زیارت کی تڑپ محسوس کرتا ہے، اور اسی غرض سے ہر سال لاکھوں مسلمان مکہ مکرمہ کی جانب کھنچے چلے آتے ہیں۔

اللہ کے اس عظیم گھر کی نسبت سے جس شخص کو دنیا بھر میں آج سب سے زیادہ جانا پہچانا جاتا ہے، وہ جناب ڈاکٹر شیخ عبدالرحمٰن سدیس کی ذاتِ والا صفات ہے۔ آپ ۲۳ برس سے بلاانقطاع کعبۂ معظّمہ کے امام اور خطیب چلے آرہے ہیں☆۔ دسیوں علمی کتب کے مصنف اور اُم القریٰ یونیورسٹی سے اُصولِ فقہ میں پی ایچ ڈی⊙ کے سند یافتہ شیخ عبدالرحمٰن سدیس کا آبائی تعلق سعودی عرب کے صوبہ قَصِیم سے ہے✵ جہاں کے علما اسلام سے والہانہ لگاؤ اور علم وفضل کے باعث بلادِ عرب میں خاص امتیاز رکھتے ہیں۔

شیخ عبدالرحمٰن سدیس کو ۲۲ برس کی عمر میں پہلی بار حرم مکی کی امامت کی سعادت حاصل ہوئی۔ اسی سال آپ نے اپنا پہلا خطبۂ جمعہ بھی ارشاد فرمایا۔ اس دن کے بعد سے آج تک شیخ کی پرسوز آواز حرمِ مکی کا ایک معتبر حوالہ بن چکی ہے۔ شیخ کے طرزِ تلاوت کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ عالم اسلام کے کونے کونے میں پھیلی مساجد میں اُن کے لحن میں تلاوتِ قرآن مجید

☆ ۲۲ رشعبان ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء کو پہلی بار کعبہ میں نمازِ عصر کی امامت فرمائی اور اسی سال ۱۵ رمضان کو پہلا خطبہ دیا

⊙ ۱۴۱۶ھ میں بعنوان الواضح في أصول الفقه لأبي الوفاء بن عقيل الحنبلي دراسة وتحقيق

✵ ولادت: ۱۳۸۲ھ بمطابق ۱۹۶۱ء بمقام: ضلع بكيرية ، صوبہ قصيم ...... حفظِ قرآن کی عمر ۱۲ سال

www.KitaboSunnat.com

کرنے والے قاری بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ جدید سائنسی ترقی کے سبب شیخ سدیس کی تلاوت اسلام کے حوالے سے متعارف ہر ذریعۂ ابلاغ پر چھائی نظر آتی ہے اور اُنہیں اس حوالے سے دنیا بھر میں جو قبولیتِ عامہ حاصل ہوئی ہے، وہ ان کے دیگر ہم عصر قرائے کرام کو نصیب نہیں ہوسکی۔ حرمِ مکی میں باقاعدگی سے حاضری کی سعادت سے مشرف ہونے والے لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ شیخ موصوف کی تلاوت، بالخصوص ربِّ ذوالجلال کی بارگاہ میں ان کی بہ رقت مانگی جانے والی دعاؤں کے ساتھ حرم شریف کی رونقیں دوبالا ہوجاتی ہیں اور ان کی غیر موجودگی باذوق حضرات کو خوب کھلتی ہے، یہی وجہ ہے کہ کئی سالوں سے بیت اللہ کے خصوصی اجتماعات کے موقع پر دعا کی سعادت شیخ عبدالرحمٰن سدیس کے ساتھ ہی خاص چلی آتی ہے۔ ان کی دعاؤں میں جو روانی، ربِّ ذوالجلال کے حضور عین کعبۂ مشرفہ کے سامنے گڑگڑانا اور بآوازِ بلند اُمت کی خیر وفلاح کے لئے گریہ وزاری کرنا ایسا سماں باندھ دیتا ہے کہ یوں لگتا ہے یہ دعائیں 'عرشِ الٰہی کو ہلا کر' اور قبولیت پا کر ہی رہیں گی۔ بہرحال انہی گوناگوں اوصاف اور خصوصیات کے باعث شیخ ڈاکٹر عبدالرحمٰن سدیس کو اس وقت عالم اسلام کی سب سے مقبول روحانی شخصیت سمجھا جاتا ہے جس کے اعتراف میں ادھر دو برس قبل شیخ موصوف کو دبئی کا عظیم الشان 'قرآن ایوارڈ' بھی دیا گیا ہے☆ جو عالم اسلام میں نوبل پرائز سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔

شیخ موصوف کی شخصیت میں عاجزی وانکساری، خشوع وخضوع، علم دوستی، اسلام سے والہانہ لگاؤ اور اُمتِ مسلمہ کا درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ ۲۳ برس پر محیط اپنے خطبات اور دعاؤں میں آپ نے ہمیشہ اُمتِ مسلمہ کے زخمی جسد اور تکلیف میں مبتلا حصے کے دکھ درد میں جس طرح شرکت کی اور ان آلام ومصائب کے خاتمہ کے لئے ربِّ کعبہ کے حضور گڑگڑا کر دعائیں مانگی ہیں، اُس نے آپ کو اُمت کے غم خوار وغم گسار اور دلی ہمدرد کا تعارف عطا کر دیا ہے۔ آپ کے لہجے میں رِقت اور للّٰہیت کے ساتھ روح وقلب کی وہ پاکیزگی خوب جھلکتی ہے جو ایک بندۂ مؤمن بالخصوص حرمین کی امامت کی سعادت سے بہرہ مند ہونے والے مسلم قائد میں پائی جانا ضروری ہے۔

☆ نومبر ۲۰۰۵ء میں سال کے سب سے مقبول اسلامی رہنما ہونے پر 'دبئی انٹرنیشنل قرآن ایوارڈ' ملا جس کا فیصلہ شیخ شعراوی، علامہ قرضاوی، مولانا ابوالحسن علی ندویؒ اور شیخ زید بن سلطان النہیان نے مشترکہ طور پر کیا۔

www.KitaboSunnat.com

علومِ اسلامیہ میں رسوخ کے ساتھ ساتھ زبان وبیان میں انتہادرجہ کی فصاحت و بلاغت سے بھی آپ کو حظِ وافر نصیب ہوا ہے جس پر آپ کی تصنیفات☆ اور سینکڑوں خطبات شاہدِ عدل ہیں۔ بزرگ علما سے علمی استفادہ◉، اکابرِ اسلام کی صحبت اور خداخوفی نے ان کی شخصیت میں ایک خاص حلاوت اور مٹھاس پیدا کردی ہے۔ آپ مغربی تہذیب وتمدن کے شدید ناقد اور قرآن وسنت کی بنیاد پر مسلمانوں کے اتحاد کے پرزور داعی ہیں۔ منہج سلیم سے آپ کی محبت اور کتاب وسنت سے آپ کا گہرا تعلق آپ کو اپنے کئی اَماثل واَقران خطباء وقرا اور ائمۂ حرم سے ممتاز کردیتا ہے۔ مذکورہ بالا شخصی اور فکری امتیازات اور اَوصاف کا مشاہدہ ہر وہ شخص کرسکتا ہے جسے چند لمحے بھی آپ کے ساتھ گزارنے یا آپ کی تلاوت وخطبات اور دعاؤں کو توجہ سے سننے کا موقع ملا ہو۔

گذشتہ ماہ کے اَواخر میں پاک سرزمین کو مسلم دنیا کے اس عظیم روحانی قائد اور امام کے ورودِ مسعود اور استقبال کی سعادت حاصل ہوئی۔ نہ صرف شیخ موصوف بلکہ حرمین کی تمام قابل ذکر شخصیات پاکستانی عوام کے اسلام سے والہانہ تعلق کی قدر دان ہیں، یہی وجہ ہے کہ حرمین شریفین کی خدمت کے لئے پاکستان سے سب سے زیادہ خدام منتخب کئے جاتے ہیں جو اس کام

☆ علمی موضوعات پر آپ کی کئی ضخیم تصنیفات ہیں، جن میں سے بعض کے نام حسبِ ذیل ہیں:

① المسائل الأصولية المتعلقة بالأدلة الشرعية التى خالف فيها ابن قدامة الغزالي

② الواضح في أصول الفقه ؛ دراسة وتحقيق

③ كوكبة الخطب المنيفة من جوار الكعبة الشريفة

④ اتحاف المشتاق بلمحات من منهج وسيرة الشيخ عبد الرزاق

⑤ أهم المقومات في صلاح المعلمين والمعلمات

⑥ دور العلماء في تبليغ الأحكام الشرعية

⑦ رسالة إلى المرأة المسلمة ⑧ التعليق المأمول على ثلاثة أصول

⑨ الإيضاحات الجلية على القواعد الخمس الكلية اور بہت سے دیگر مقالات وتالیفات وغیرہ

◉ سعودی عرب کے دار الحکومت ریاض میں آپ نے کئی جلیل القدر علمائے کرام سے استفادہ کیا اور ان کے حلقات دروس میں شرکت کی جن میں مفتی اعظم سعودیہ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ، شیخ عبدالرزاق عفیفیؒ، شیخ ڈاکٹر صالح فوزان، شیخ عبدالرحمٰن ناصر البراک اور شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ الراجحی وغیرہ شامل ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

کو پیشہ وارانہ اَہداف سے قطع نظر خالص حرمین کی خدمت کے مقدس جذبے سے سرانجام دیتے ہیں۔ یوں بھی دنیا بھر میں پاکستانی عوام کو اسلام پر جان چھڑکنے والی اور متحرک وباصلاحیت قوم کے طور پر جانا جاتا ہے، یہ اوران جیسے کئی دیگر اوصاف کے سبب شیخ عبدالرحمٰن سدیس بھی اہالیانِ پاکستان سے گہری محبت رکھتے ہیں☆ اور ماضی میں کئی بار پاک سرزمین میں آنے کی خواہش کا اظہار کرتے رہے ہیں۔لیکن کئی حکومتی وادارتی وجوہ کی بنا پر آپ کا دورہ ملتوی ہوتا رہا۔ ۲۹مئی کی شام شیخ موصوف پاکستان میں پہلی بارتشریف لائے تو یہاں اُنہیں سربراہِ مملکت کا پروٹوکول دیا گیا۔

آپ کے دورے کا آغاز پاکستان کے دل شہر لاہور سے ہوا، جہاں صرف ۴۸ گھنٹے قیام کے دوران اہلِ لاہور نے نہ صرف ان کا شایانِ شان استقبال کیا بلکہ ان کے ایک ایک لمحے سے بھرپور فائدہ اُٹھانے کے لئے ۱۰ کے لگ بھگ استقبالیے اور علمی و دینی پروگرام منعقد کر ڈالے۔ اُن دو دنوں میں دین سے معمولی لگاؤ رکھنے والے ہر شخص کی آنکھیں اور کان شیخ سدیس کی آمد ورفت اور آواز پر لگے ہوئے تھے۔ زندہ دلانِ لاہور ان کی اقتدا میں نماز پڑھنے، ان کے خطبات سننے، ان کی دعاؤں میں شرکت کرنے اوران کی ایک جھلک دیکھنے کو شدید بے تاب نظر آئے۔

وہی شہر لاہور جس کی شاہراہیں کبھی مخلوط میراتھن ریسوں اور مغربی تہذیب وثقافت کے بے ہنگم اظہار کے لئے استعمال ہوتی تھیں، امامِ کعبہ شیخ عبدالرحمٰن سدیس کے لئے خیر مقدمی ہورڈنگز اور ترحیبی بینرز سے بھر گئیں، پاک سعودی دوستی کے ترانے گائے جانے لگے۔ شیخ کے آنے کا ایک فائدہ تو ضرور ہوا کہ 'روشن خیال اسلام' کی علم بردار انتظامیہ کو پورے شہر میں عورتوں کے حیاباختہ اور شہوت خیز بورڈز کو ہٹانے اور پردوں کے پیچھے چھپانے کا خیال آ گیا۔

☆ لاہور میں اپنے ایک خطاب میں شیخ نے فرمایا کہ یوں تو میں سعودی عرب میں رہتا ہوں لیکن میرا دل مسلمانانِ پاکستان کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ ۸اکتوبر ۲۰۰۵ء کو جب پاکستان کے شمالی علاقہ جات میں زلزلہ آیا تو ہفتہ بھر امامِ کعبہ نے بیت اللہ میں متاثرین کے لئے رورو کر دعائیں مانگیں اور ۱۰ جنوری ۲۰۰۶ء کا پورا خطبہ جمعہ ہی پاکستان کے زلزلہ زدگان کے ساتھ ہمدردی کے موضوع پر دیا، اوران کے لئے اعانت کی پرزور اپیل کی۔

www.KitaboSunnat.com

وہ ایوان جہاں ہردم مزعومہ روشن خیالی اور اعتدال پسندی کے گیت گائے اور بسنت جیسے تہوار والہانہ ذوق وشوق سے منائے جاتے تھے، وہاں قرآنِ کریم، رسولِ عربیؐ، اسلامی شریعت اور ملتِ اسلامیہ کی باتیں کھلے عام ہونے لگیں۔ وہ ذرائع ابلاغ جن میں اسلام کا کوئی ادنیٰ حوالہ انتہاپسندی کی علامت بنتا جارہا تھا، شیخ کی زیر اقتدا اَدا کی جانے والی نمازوں اور جمعہ کے اجتماعات پیش کرنے کے لئے مختص ہوگئے۔ ڈاکٹر سدیس کی آمد کا یہ فائدہ سب سے غالب ہے کہ ملک کی حقیقی دینی اساس اورعوام کے دَبے مذہبی جذبات کو سر اُٹھا کر اعتماد سے کھڑے ہونے کا موقع مل گیا۔ پاک باز شخصیتوں کا وجود ہی بابرکت ہوتا ہےاور ان کے آجانے سے شیطانی قوتیں اپنی راہ بدل لیا کرتی ہیں!!

شیخ کی آمد سے جہاں دین اور اہل دین کو فائدہ پہنچا، وہاں سیاست کے قائدین نے بھی اس موقع سے خوب خوب فائدہ اُٹھایا۔غور کیا جائے تو ایسے ناگفتہ بہ حالات میں جب امن وامان کی صورتحال مثالی نہ ہو، سیاست کا سنگھاسن ڈول رہا ہو؛ عدلیہ، منتظمہ، اربابِ تعلیم وصحافت اور اسلام و اہل دین سے کھلم کھلا مباحثہ ومقابلہ بلکہ ان پر گولہ باری بھی جاری ہو، ڈاکٹر شیخ عبدالرحمٰن سدیس کی آمد کی کوئی خاص مناسبت سمجھ میں نہیں آتی۔ شیخ سدیس نے تو اپنے دینی جذبات کے زیر اثر یہاں کی سرزمین کو رونق بخشی،حکومتِ سعودی عرب نے پاک سعودی دوستی (جو ایک اسلامی مصلحت وضرورت ہے) کی خاطر ان کے دورے کی منظوری دی لیکن سیاست کے دانش مند ارباب نے اس موقع سے بھی سیاسی مفادات سمیٹنے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیا۔

لاہور میں دو روزہ قیام کے دوران نہ صرف حکومت کی طرف ان کے اعزاز میں تین استقبالیے دیے گئے جن میں چودھری شجاعت حسین کا اپنے گھر میں اور چودھری پرویز الٰہی کا شاہی قلعہ میں عشائیہ اور جناب خالد مقبول کا گورنر ہاؤس میں ظہرانہ شامل ہے۔ ہر ہر پروگرام میں وزیراعلیٰ پنجاب نہ صرف ان کے ہم رکاب نظر آئے بلکہ ان کے اعزاز میں تشریف لانے والے حاضرین سے بھی خطاب کا کوئی موقعہ اُنہوں نے ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اس پر طرہ یہ کہ شیخ کا کوئی ایک پروگرام بھی حکومتِ پنجاب کی اجازت کے بغیر منعقد کرنے کی سرکاری

www.KitaboSunnat.com

طور پر کوئی اجازت نہ تھی۔

ہمیں امام کعبہ کی اس آؤ بھگت اور اعزاز واِکرام پر دلی مسرت ہے اور واقعتاً یہ کسی بھی مسلم حکومت کے لئے باعث ِصد عزوشرف اور وجہِ سعادت ہے کہ وہ ایسی مبارک ومحترم ہستی کے لئے اپنی تمام توجہات صرف کرے، لیکن کاش کہ دین اور اہل دین سے یہ دلچسپی اور ان کی سرپرستی، صرف امامِ حرم تک ہی محدود نہ رہ جائے بلکہ اگر اس گھر کو اللہ سے خاص نسبت حاصل ہے اور اسی بنا پر اس سے متعلقہ حضرات قابل احترام ہیں تو اللہ کے پسند فرمودہ واحد دین 'اسلام' اور اس قبلہ سے بلند ہونے والی صدا کو پھیلانے والے تمام اہل اسلام بھی کسی درجے میں اعزاز واِکرام کے مستحق سمجھے جائیں۔ اور شیخ سدیس نے تو وزیر اعلیٰ ہاؤس میں معززین وشرفاے لاہور کے ایک مؤقر اجلاس میں یہ گذارش اربابِ اقتدار کے گوش گزار بھی کردی تھی کہ حکومت کو قرآن کی تعلیم کے مواقع زیادہ سے زیادہ پیدا کرنے کے ساتھ ایسا ماحول پیدا کرنا چاہئے کہ اہل قرآن کو معاشرے میں جائز مقام حاصل ہوسکے۔ تفصیلی خطاب آگے ملاحظہ فرمائیں!

بہرحال اس مرحلے پر یہ یاددہانی ہی کافی ہے کہ فرمانِ نبویؐ کے مطابق قرآن کو سیکھنے سکھانے والے افراد اُمت کے بہترین لوگ ہیں، اگر حکومت ِوقت کو اُنہیں یہ اعزاز دینا ممکن نہ ہو تو کم از کم یہ حیثیت تو ضرور دے دی جائے کہ قرآن سے نسبت رکھنے والے معاشرے میں اپنا بھرم برقرار رکھ سکیں، دین پر عمل کرنے والے مسلم معاشرے میں گوارا کئے جاسکیں، نہ کہ اُنہیں انتہا پسند اور متشدد، ملا اور مولوی قرار دے کر ان کی حوصلہ شکنی کا رویہ اپنی عادتِ مستمرہ بنالیا جائے، حکمرانوں اور اربابِ اختیار کا یہ رویہ ضرور قابل اصلاح ہے!

پاکستان میں چند روزہ قیام کے دوران یوں تو شیخ نے اپنے اعزاز میں ہونے والے ہر پروگرام میں حاضرین سے خطاب فرمایا، لیکن آپ کے بعض خطاب خصوصی اہمیت رکھتے ہیں۔

- اس دورہ میں عوام الناس سے آپ دو بار مخاطب ہوئے:

ایک بار لاہور میں: ۳۰ مئی کی شام بعد نمازِ مغرب اہالیان لاہور سے شاہی مسجد میں

اور دوسری بار فیصل مسجد میں یکم جون ۲۰۰۷ء کو خطابِ جمعہ کے ذریعے

- اس کے علاوہ آپ نے مختلف اسلامی ماہرین اور اہل علم سے بھی خطاب فرمائے:

www.KitaboSunnat.com

ایک خطاب جامعہ اشرفیہ کی مجلسِ تقسیم اسناد میں علماے کرام سے اور دوسرا خطاب بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے آڈیٹوریم میں ریسرچ سکالرز اور اساتذہ سے۔

◉ علاوہ ازیں آپ نے ۳۱ مئی کی صبح صوبائی حکومت کے ادارے پنجاب قرآن بورڈ کے اجلاس میں بھی سرکاری مناصب پر فائز شخصیات سے خطاب فرمایا، اور اسی روز ایک خطاب آپ نے مرکزی جمعیت اہل حدیث کے کنونشن میں کیا۔ آخر الذکر خطاب وہ واحد پروگرام ہے جو صوبائی یا وفاقی حکومت کے انتظامات سے بڑھ کر شیخ کی ذاتی دلچسپی اور شوق کا حاصل تھا۔ یہ تو کل چھ خطابات ہوئے، علاوہ ازیں آپ نے چودھری برادران کے عشائیوں، جامعہ اشرفیہ میں ۳۰ مئی کو نمازِ فجر کے بعد اور اسی روز پنجاب یونیورسٹی لاء کالج میں بعد نمازِ عصر 'اسلامی جمعیت طلبہ' کے استقبالیے میں مختصر خطابات بھی فرمائے۔

اہالیانِ لاہور نے ۳۰ مئی کے روز دوبار شیخ عبد الرحمٰن سدیس کا پرجوش اور شایانِ شان استقبال کیا، چنانچہ جامعہ اشرفیہ میں نمازِ فجر میں ۶۰ ہزار کے قریب اور شاہی مسجد میں اسی روز بعد نمازِ مغرب ۲ لاکھ کے لگ بھگ اسلامیانِ لاہور نے آپ کی اقتدا میں نمازِ مغرب ادا کی۔ ایسے ہی اسلام آباد کی فیصل مسجد کے خطبۂ جمعہ میں ۴ لاکھ سے زائد مسلمانوں نے شرکت کی۔ ان پروگراموں کے لئے آپ سے محبت وعقیدت رکھنے والے دسیوں گھنٹے قبل مساجد میں پہنچے حتیٰ کہ بعض لوگوں نے تو اسی غرض سے میلوں کا سفر کرکے شرکت کی سعادت حاصل کی۔

راقم الحروف کو بھی اکثر پروگراموں میں شرکت کا موقع ملا جہاں قریب سے شیخ عبدالرحمٰن سدیس کے خیالات اور ولولہ انگیز خطابات سننے کی سعادت حاصل ہوئی۔ موصوف کا اندازِ بیان اس قدر مؤثر اور طرزِ خطاب اس قدر جاندار تھا کہ اس کی تاثیر وحلاوت آج بھی تازہ ہے۔ ان خطبات میں ملتِ اسلامیہ کے مسائل کی صحیح منظرکشی اور ان کے مرض کی درست تشخیص کرکے عظمتِ رفتہ کے حصول کا نسخہ اور مسلم اُمہ کو قیمتی پند ونصائح کی گئیں۔ ان خطابات کی حیرت انگیز تاثیر کو محسوس کرتے ہوئے راقم نے اسی موقع پر یہ عزم کرلیا کہ یہ تمام خطابات قارئینِ محدث تک بھی پہنچنا چاہئیں۔ یہی احساس اس امر کا باعث ہوا کہ اکثر خطابات کو خود ریکارڈ کیا اور بعض کو اپنے معاون دوستوں سے مسلسل رابطہ کرکے حاصل کیا اور اب اُنہیں کیسٹس سے

www.KitaboSunnat.com

منتقل کر کے ترجمہ کے بعد قارئینِ محدث کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

ادارۂ محدث کے ذمہ داران کو اکثر پروگراموں میں شرکت کی خصوصی دعوت موصول ہوئی جبکہ سعودی سفارتخانہ کی طرف سے شیخ ڈاکٹر عبد الرحمٰن سدیس سے خصوصی ملاقات کا مژدۂ جانفزا بھی ملا، چنانچہ والدِ گرامی مولانا حافظ عبدالرحمٰن مدنی (مدیر اعلیٰ 'محدث') کی قیادت میں جناب محمد عطاء اللہ صدیقی، راقم الحروف اور چھوٹے بھائی حافظ حمزہ مدنی نے شیخ موصوف کی اسلام آباد روانگی سے قبل ان سے پنجاب گیسٹ ہاؤس میں ملاقات کی سعادت بھی حاصل کی جہاں شیخ سدیس نے اپنے خطباتِ حرم پر مشتمل کتاب كوكبة الخُطُب المنيفة من جوار الكعبة الشريفة کا ہدیہ بھی پیش کیا۔ اس موقع پر سعودی مذہبی اتاشی شیخ محمد بن سعد الدوسری (ڈائریکٹر مکتب الدعوۃ، اسلام آباد) بھی موجود تھے۔

شیخ سدیس کو جس طرح اللہ تعالیٰ نے قلبِ صافی عطا فرمایا ہے جس کا مظہر ان کا ہر دم مسکراتا چہرہ ہے، وہاں اللہ نے اُنہیں کمالِ ابلاغ کی صلاحیت سے بھی بہرہ ور فرمایا ہے۔ آپ کے مختلف مجالس میں ہونے والے خطابات پہلے سے تحریر شدہ باضابطہ خطابات نہیں تھے، بلکہ راقم کا ذاتی مشاہدہ ہے کہ شیخ موصوف موقع محل کی مناسبت سے ایک چٹ پر چند یادداشتیں نوٹ کر لیتے اور انہی کی مدد سے فی البدیہہ خطاب فرمایا کرتے، اس کے باوجود ان کے خطابات میں بلا کا سلیقہ اور الفاظ کے انتخاب میں غیر معمولی فصاحت و بلاغت جھلکتی ہے۔ ان خطابات میں تکرار کی بجائے شیخ کی خداداد ذہانت کے واضح شواہد بھی موجود ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ہم ان میں سے ہر ایک خطاب کو ایک خاص مناسبت سے خاص موضوع میں بانٹ سکتے ہیں، چنانچہ جلسہ تقسیم اسناد میں شیخ کے خطاب کو 'علم اور اہل علم' سے مخصوص کیا جاسکتا ہے کیونکہ وہ علماء اور دانشوروں کی مجلس تھی۔ شاہی مسجد میں شیخ کے مخاطب عامۃ المسلمین تھے، اس لئے اس خطاب میں 'امتِ اسلامیہ میں اتفاق واتحاد کو اختیار کرنے اور تشدد وانتہا پسندی سے بچنے' کا درس پایا جاتا ہے۔ پنجاب قرآن بورڈ کا اجلاس چونکہ قرآن کی مناسبت سے تھا، اس لئے اس خطاب میں اُنہوں نے قرآن کو صحیفۂ ہدایت بنانے پر زور دیا اور اس کے حوالے سے دس نکاتی پروگرام پیش کیا، حکومتی ذمہ داران کی موجودگی کی بنا پر اس اجلاس میں

www.KitaboSunnat.com

اُنہوں نے حکومتی پالیسیوں میں قرآن وسنت کو موٴثر بنانے پر بھی زور دیا۔ بعد ازاں مرکزی جمعیت اہل حدیث کا کنونشن چونکہ ایک فکری وعلمی جماعت کا منعقد کردہ پروگرام تھا، چنانچہ اس میں اُنہوں نے 'عقیدہ ومنہج اور باہمی اختلافات میں شریعت کی رہنمائی' کو موضوعِ خطاب بنایا۔ خطبۂ جمعہ چونکہ پاکستان کے مرکز اسلام آباد سے نشر ہورہا تھا، اس لئے وہاں اُنہوں نے عقائد واعمال کی اصلاح پر اپنی توجہ مرکوز رکھی۔

یوں تو ان تمام خطابات کا ترجمہ اوراخبارات میں ان کی رپورٹیں ساتھ ہی شائع ہوتی رہیں لیکن دیگر بہت سے اہل علم کی طرح راقم کا یہ احساس ہے کہ اگر تراجم میں ان کے خطاب کے بعض قیمتی جواہر کو نظر انداز کردیا گیا تو اخبارات میں ان کے کلمات کو حکومتی روشن خیال اسلام کی تائید میں بے جا طور پر گھسیٹنے کی ناروا کوششیں بھی کی گئیں۔ مثال کے طور پر جدید مغربی تعلیم اوراعتدال پسندی کا وہ درس اِن خطابات میں کہیں پایا نہیں جاتا جسے اخبارات کے ذریعے پاکستانی قوم تک پہنچایا گیا ہے۔ اس ناروا حرکت سے امامِ کعبہ کے مبارک خیالات میں یک گونہ تحریف کا پہلو اُبھرتا ہے۔

شیخ سدیس کے ان خطابات کے مطالعے سے آپ اس نتیجے پر بآسانی پہنچ جائیں گے کہ آپ کی سوچ اور دینی مدارس سے وابستہ علما کی تشخیص اور تلقین میں کوئی جوہری فرق نہیں ہے۔ یہ علماے کرام جس انداز میں اُمت کو رجوع الیٰ القرآن والسنہ کا درس دیتے اوراسلامی علوم کے سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کو ملت ِاسلامیہ کی معراج بتلاتے ہیں، عین یہی اُسلوب شیخ سدیس نے بھی اپنے خطابات میں اختیار کیا ہے۔ وہ ایک مخلص اور راسخ عالم دین، زیرک دانشور اور اُمت ِمسلمہ کا درد رکھنے والے حساس رہنما ہیں۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں اس آواز کا ہم نوا بنایا ہے جو مبارک آواز بیت اللہ سے صداے حرم بن کر دنیا بھر میں اللہ کی حجت کو اُمت ِمحمدیہ پر تمام کررہی ہے۔ اس منہج سلیم اور خالص سلفی عقیدہ سے وابستگی پر ہم اپنے ربّ کا جس قدر بھی شکر ادا کریں کم ہے، جس منہج کی نشاندہی شیخ سدیس نے اپنے مختلف خطابات میں فرمائی ہے۔

ذیل میں شیخ عبدالرحمٰن سدیس کے خطابات کے بعض اہم نکات ملاحظہ فرمایئے جبکہ مکمل

www.KitaboSunnat.com

خطابات کے تراجم حالیہ اور آئندہ شمارہ میں شائع کئے جارہے ہیں، یادرہے کہ امام کعبہ کے ان خطبات کا متن پہلی مرتبہ 'محدث' میں ہی شائع ہو رہا ہے۔

لاہور کی شاہی مسجد میں خطاب

۳۰ مئی کو نمازِ مغرب کے بعد شاہی مسجد میں خطاب کے موقعہ پر شیخ عبدالرحمٰن سدیس اس قدر پرجوش استقبال پر بہت مسرور نظر آئے جس کی غمازی ان کے چہرے پر پھیلی مسکراہٹ سے ہوتی ہے۔ اپنے خطاب کا آغاز کرتے ہوئے اُنہوں نے کہا کہ آج کا دن نہ صرف پاکستان اور سعودی عرب کے عوام کے لئے یادگار ہے بلکہ تاریخ کے صفحات پر زرّیں الفاظ میں رقم کیا جائے گا۔ اُنہوں نے اپنے الفاظ کو اس قدر پرجوش استقبال کے جواب میں قاصر قرار دیتے ہوئے اُمت ِاسلامیہ کو اس دن اور حرمین شریفین سے محبت کا حوالہ دے کر فرمایا:

اہلِ پاکستان کو اسلام اور اُمت ِمسلمہ کے خلاف ہونے والی سازشوں کا بھرپور ادراک کرتے ہوئے دشمنانِ اسلام کے مکر وفریب کو ناکام بنا دینے کے لئے جمع ہوجانا چاہئے۔ اہلیانِ لاہور کو اخلاقِ حسنہ کی تلقین کرتے ہوئے اُنہوں نے اسلام کا مرکز عقیدۂ توحید کو قرار دیا۔ اُنہوں نے فرمایا: اسلام اصلاح وتعمیر کا دین ہے، ہلاکت وبربادی سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اسلامیانِ پاکستان کو امن وامان کے قیام کے لئے مشترکہ قوت کو کام میں لانا چاہئے کیونکہ امن وامان کے بغیر کوئی قوم سیاسی، تعلیمی اور اقتصادی کسی میدان میں بھی ترقی نہیں کرسکتی۔

اُنہوں نے کہا کہ حقیقی اسلام کتاب وسنت کی بنیاد پر ہی حاصل ہوسکتا ہے۔ اسلام میں جبر وتشدد اور بے جا غلو کی کوئی گنجائش نہیں، سنت ِرسول اللہ پر عمل ہی اُمت ِمسلمہ کو راہِ راست پر عمل پیرا رکھ سکتا ہے۔ مسلم ممالک کا آپس میں اتفاق واتحاد ملت ِاسلامیہ کا اہم ترین مسئلہ ہے اور اسلام میں کسی لسانی اور وطنی گروہ بندی کی کوئی گنجائش نہیں۔

اُنہوں نے اُمت ِاسلامیہ کو علومِ شریعت اور عصری علوم سیکھنے کی اہمیت پر بھی زور دیا۔ آخر میں اُنہوں نے پاکستانی مسلمانوں کے باہمی اتفاق واتحاد کے لئے ربّ ِکریم سے خصوصی دعائیں مانگتے ہوئے ان لوگوں سے گلوخلاصی کی دعا کی جو اُمت کو اس کے اصل ہدف سے

www.KitaboSunnat.com

ہٹانا چاہتے ہیں اور فرمایا کہ تمام عزتیں اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہیں، لیکن منافق اس سے بے خبر ہیں۔ ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين ولكن المنافقين لا يفقهون !

جامعہ اشرفیہ کے 'جلسہ تقسیم اسناد' سے خطاب

۳۰ رمئی کی صبح ۱۰ بجے ایوانِ اقبال، لاہور میں جامعہ ہذا کے فضلا میں تقسیم اسناد کے لئے یہ تقریب منعقد کی گئی تھی لیکن امام کعبہ کی تاخیر کی وجہ سے چند فضلا کو ہی اسناد عطا کی جاسکیں۔

تلاوتِ قرآن کریم کے بعد حضرت حسان بن ثابتؓ کا شانِ رسالتؐ پر مشہور عربی قصیدہ خوبصورت انداز میں پڑھا گیا۔ بعدازاں مولانا حافظ فضل الرحیم نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔ جناب چودھری پرویز الٰہی کے خطاب کے بعد شیخ ڈاکٹر عبد الرحمٰن سدیس نے 'علم اور علما کی فضیلت' کے موضوع پر حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ

سندِ فضیلت ملنے کا دن ہر شخص کی زندگی میں یادگار حیثیت رکھتا ہے۔ اہل علم و فضل کی شرکت نے اس تقریب کی رونق کو دوبالا کردیا ہے۔ میں آپ لوگوں کی خدمت میں سعودی حکومت، عوام اور سعودی علما کا سلام پیش کرتا ہوں اور ہم آپ کی خدمات کے قدردان ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ معاشرے علم سے ترقی حاصل کرتے ہیں جبکہ جہالت سراسر گمراہی اور ذِلت ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی مشہور دعا ﴿رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ کے ذریعے علم میں اضافہ کی جو دعا کی ہے، ایسی دعا کسی اور چیز کے لئے نہیں کی۔ کیونکہ علم میں جتنا بھی اضافہ ہوجائے ، وہ خیر وبرکت کا ہی سبب ہے۔

اُنہوں نے فرمایا کہ ہمیں اللہ سے علم نافع مانگنا چاہئے۔ والعلوم النافعة التي في مقدمَّتِها علوم الشريعة : علومِ نافعہ میں شریعت [قرآن وسنت اور فقہ] کے علوم سرفہرست آتے ہیں، اس کے بعد علومِ آلیہ [عربی زبان وقواعد اور منطق وفلسفہ وغیرہ] کی باری آتی ہے۔ دورِ حاضر کی ترقی ودانش سے فائدہ اُٹھانے اور دنیا بھر میں اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام دینے کے لئے ہمیں جدید عصری علوم کو بھی سیکھنا چاہئے۔ اسلام کی عالمگیر دعوت کو پہنچانا ہمارا فرض ہے جس سے ہم کوتاہی کے مرتکب ہورہے ہیں۔

اُنہوں نے کہا کہ علم کا بنیادی مقصد نفس کی تہذیب اور معاشروں کی اِصلاح ہے۔ علم امن

www.KitaboSunnat.com

وآشتی اور محبت ورواداری کا پیامبر ہے۔علم انسان کو انسانیت آشنا کرتا اور دوسروں سے برتنے کا سلیقہ سکھاتا ہے۔ اُنہوں نے مغرب پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ ایسی علم ودانش جو دنیا کو ہلاکت خیز تباہی سے دوچار کرکے طاقتوروں کو کمزوروں کے خلاف جارحیت پر آمادہ کردے اور بڑے پیمانے پر بربادی پھیلا دے، وہ کبھی علم حقیقی کا مصداق نہیں بن سکتی۔

اپنے خطاب میں اُنہوں نے اہل علم کے خصائص کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اہل علم امن واماں، محبت اور مساوات کے داعی ہیں۔ عمدہ اخلاق کے ذریعے یہ لوگ معاشرے میں محبت ورواداری کے پیامبر ہیں۔ مسلم معاشرے میں علما کو ہر طرح کا ادب واحترام دیا جانا چاہئے۔ علم کے حصول اور اہل علم کے احترام کے ذریعے ہی معاشرے میں وہ قوت پیدا کی جاسکتی ہے جس سے اس اُمت کے مسائل حل ہونے میں مدد مل سکتی ہے۔ دین کی مذکورہ بالا تعلیمات کو اپنانے والا شخص ہی قابل قدر ہے۔

علم کے حصول کی تلقین کرتے ہوئے اُنہوں نے اُمتِ اسلامیہ کو اتحاد واتفاق کا درس دیا اور کہا کہ اُمتِ اسلامیہ دورِ حاضر میں گوناگوں مصائب ومشکلات اور مختلف النوع چیلنجوں کا سامنا کررہی ہے؛ اتحاد واتفاق کی راہ اپنائے بغیر ان تقاضوں کو پورا کرنا کسی طور ممکن نہیں۔

آخر میں دونوں برادر اسلامی ممالک کی حکومتوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اُنہوں نے جامعہ اشرفیہ کا بھی شکریہ ادا کیا کہ اُنہوں نے اس باوقار تقریب میں اُنہیں شریک ہونے کا دعوت دی۔ اپنے خطاب کے آخر میں اُنہوں نے رشد وہدایت اور باہمی اُلفت ومحبت کی دعا کی اور اللہ کو اس کے اسماے حسنیٰ اور عظیم صفات کا واسطہ دے کر مسلمانوں کے حالات کی اصلاح، صفوں میں وحدت، دلوں میں کینہ وحسد کے خاتمے اور غیروں کے مکروفریب اور ان کی سازشوں سے بچنے کی دعائیں دیں۔

پنجاب قرآن بورڈ کا اجلاس

۳۱ رمئی کی صبح ۱۱ بجے وزیر اعلیٰ ہاؤس میں ہونے والے اجلاس میں امامِ کعبہ نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ قرآن کے نزول کا مقصد اس پر عمل بجا لانا اور اس میں غور وفکر کرنا ہے۔ قرآن الماریوں کی زینت اور عمارتوں کی خوبصورتی کے لئے نازل نہیں کیا گیا بلکہ اللہ کی بندگی

www.KitaboSunnat.com

کا درس دیتا ہے اور یہ کتابِ ہدایت ہے جس سے ہمیں اپنی زندگیوں کی اصلاح کرنی چاہیے۔ قرآنِ کریم سے اپنی زندگیوں میں روشنی حاصل کرنیوالوں پر قرآنی اخلاق کا گہرا اثر ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن کے عالم کا اَخلاق عام لوگوں سے ممتاز ہو کر اسکے علم پر شاہدِ عدل ہونا چاہیے۔

اُنہوں نے قرآن کا یہ حق بتایا کہ مسلمانوں کے فیصلے انسانوں کے وضع کردہ قانون (برٹش یا فرینچ لا وغیرہ) کی بجائے قرآن وسنت کی بنا پر ہونے چاہئیں، یہ قرآنِ کریم کا اپنے ماننے والوں سے بنیادی تقاضا ہے۔ ایسے ہی مسلمانوں کو ہر نوعیت کے حالات میں قرآن سے ہی رہنمائی حاصل کرنی اور اس کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

اُنہوں نے کہا کہ اُمتِ مسلمہ کو افتراق وانتشار سے بچتے ہوئے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لینا چاہیے۔ اُنہوں نے قرآنِ کریم کو ہمہ نوعیت کے امراض، چاہے وہ جسمانی ہوں یا ذہنی وعقلی؛ کے لئے نسخۂ شفا قرار دیا اور قرآنِ کریم کی تلاوت کے ثواب کا تذکرہ کرنے کے ساتھ اس کے جملہ حقوق کی ادائیگی کی تلقین کی۔

آخر میں اُنہوں نے قرآنِ کریم کے ساتھ خدمتِ حدیث کے مرکز کے قیام پر بھی زور دیا۔ یاد رہے کہ اس سے پہلے خطابات میں دیگر مقررین مرکزِ سیرت کے قیام کی نشاندہی کر چکے تھے، لیکن امامِ کعبہ نے سیرت سے وسیع اور زیادہ جامع اصلاح 'حدیث وسنت' کے مرکز کی نشاندہی کرنا اس لئے ضروری خیال کیا کیونکہ سیرت کا لفظ تو ذاتِ نبوی ﷺ سے متعلقہ تفصیلات کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جبکہ حدیث وسنت میں بطورِ نبی ﷺ ان کے تمام فرامین بھی شامل ہوجاتے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ حدیث وسنت یعنی صاحبِ قرآن (محمد ﷺ) کے بغیر قرآنِ کریم کو سمجھنا ممکن نہیں، ایسے ہی اُنہوں نے حکومتِ پنجاب کو تعلیم قرآن کے مراکز قائم کرنے اور قرآنی علوم سے آراستہ لوگوں کے لئے معاشرے میں زیادہ سے زیادہ کام کے مواقع پیدا کرنے پر زور دیا تاکہ معاشرے میں ان کی پذیرائی میں اضافہ ہو۔ اس سلسلے میں اُنہوں نے مقابلہ قرآنِ کریم شروع کرنے کی تجویز بھی دی۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث کے کنونشن سے خطاب

۳۱ مئی کو ۱۲ بجے امام کعبہ شیخ عبدالرحمٰن سدیس الحمرا ہال نمبرا میں علما سے مخاطب ہوئے۔ یوں

www.KitaboSunnat.com

تو شیخ کے تمام خطابات اپنی مثال آپ ہیں لیکن آپ کا جو خطاب سب سے زیادہ نشر کیا گیا اور مستقبل میں بھی اس کو ایک یادگار حیثیت حاصل رہے گی، وہ یہی خطاب ہے۔ اس خطاب کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اب تک اس خطاب کے پانچ تراجم بمعہ عربی متن شائع ہوکر لاکھوں کی تعداد میں تقسیم ہوچکے ہیں۔ اس خطاب کے دوران **شیخ سدیس کی فرحت و مسرت** دیدنی تھی جس کا اظہار اُنہوں نے اپنے خطاب کے آغاز میں ان الفاظ سے فرمایا:

◉ فيَعلم الله الذي لا إله غيره أن هذه المناسبة من أعَزِّ المناسبات وأحبِّها إلى نفسي

''میرا ربّ جانتا ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ آج کی یہ تقریب میرے لئے تمام تقریبات سے عزیز ترین اور محبوب ترین ہے۔''

آگے چل کر پھر ان الفاظ میں اظہارِ مسرت فرماتے ہیں:

سعادتي لا تُوصف وابتهاجي لا تَحُدُّه حدودُ باكستانَ بل إنها لا تَتَسامٰى عن ذلك فِي الأرض كلِّها، أن اَلْتَقِي بأَحَبِّ النَّاسِ وَأَعَزِّ النَّاسِ وَأَصْدَقِ النَّاسِ، أحسِبُهم كذلك ولا أزَكّي على الله أحدًا

''میری خوش نصیبی بیان سے باہر ہے اور میری مسرت پاکستان کی سرحدوں سے متجاوز ہے بلکہ روے زمین پر اس سے بڑھ کر کوئی سعادت ہو نہیں سکتی کہ میں تمام لوگوں سے محبوب ترین، اپنے ہاں سب سے زیادہ معزز اور سب سے مخلص لوگوں سے ملاقات کررہا ہوں۔ میری رائے اِن حضرات کے بارے میں تو یہی ہے، البتہ میں اللہ سے زیادہ باخبر ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا۔''

یہ واحد پروگرام تھا جس میں شریک ہونے والے قائدین کو حکومت کے ناقدین میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ یہ پروگرام امامِ کعبہ کے باضابطہ شیڈول میں موجود نہیں تھا لیکن امام موصوف کی ذاتی دلچسپی اس پروگرام کے انعقاد کا سبب و محرک ٹھہری، البتہ چوہدری پرویز الٰہی اس میں شریک نہ ہوئے۔ اس پروگرام میں جماعتِ اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد، جماعۃ الدعوۃ کے امیر حافظ محمد سعید اور دیگر نامور قائدین نے بھی شرکت فرمائی جبکہ مرکزی جمعیت اہل حدیث تو خود کنونشن کی داعی تھی، اس لئے اس کے امیر و ناظم اعلیٰ سے لے کر اکثر و بیشتر ملکی عہدیداران اس موقعہ پر موجود تھے۔ پروگرام میں گوناگوں قائدین کو موجود پاکر امامِ کعبہ نے حیرت واستعجاب

www.KitaboSunnat.com

کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

◉ فإن جمعية أهل الحديث اليومَ تُمثِّل وحدةَ المسلمين حينما دَعَتْ رؤساء الجمعيات الأخرٰى لِنَكُون جميعًا أهل حديث ولنكون جميعًا جماعة إسلامية ولنكون جميعا جماعة دعوةٍ.

''آج جمعیت اہل حدیث نے مسلمانوں میں اتحاد و یگانگت کا عملی مظاہرہ کیا ہے۔ اور وہ یوں کہ اُنہوں نے دیگر تحریکوں / تنظیموں کے سربراہان کو بھی یہاں شرکت کی دعوت دی ہے تاکہ آج ہم سب اہل حدیث بن جائیں اور ہم سب جماعت اسلامی بن جائیں اور ہم سب جماعت الدعوۃ بن جائیں۔''

جمعیت اہل حدیث کی اس **اتحاد و یگانگت کی کوشش** کو سراہتے ہوئے انہوں نے فرمایا:

وأحسب أن جمعية أهل الحديث من الجمعيات الرائدة في تحقيق وحدة المسلمين وجمع كلمته، بوركت جهودها وسددت في أعمالها وأثاب الله القائمين عليها لأنهم يدعون إلى توحيد الله، يدعون حيث دعا رسل الله

میں سمجھتا ہوں کہ جمعیت اہل حدیث کا اُمت ِمسلمہ کو متحد و متفق کرنے اور ان کے کلمہ کو مجتمع کرنے میں ایک نمایاں کردار ہے، اللہ ان کی کوشش کو بابرکت بنائے، ان کے کاموں کو راہِ راست پر مستقیم فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اس کے کارپردازان کو سلامت رکھے کیونکہ یہ لوگ توحید کے داعی ہیں، یہ اس دعوت کے حامل ہیں جس کی طرف اللہ کے رسولوں نے انسانیت کو بلایا۔''

چونکہ یہ کنونشن ایک معروف دینی تحریک کی طرف سے منعقد کیا جارہا تھا، اس لئے یہاں امامِ کعبہ کے خطاب کا موضوع بھی 'عقیدہ ومنہج' تھا۔ چنانچہ اُنہوں نے دین کے بارے میں اپنا نقطہ نظر بیان فرماتے ہوئے کہا کہ **اسلام کی دعوت صرف توحید کی اساس پر، اور سنت ِنبویؐ کی پیروی پر** مستقیم رہ سکتی ہے۔ اُنہوں نے دورِ حاضر کے چیلنجز سے عہدہ برا ہونے کے لئے اسلام اور اُمت ِاسلامیہ کے اتحاد کو ازبس لازمی قرار دیتے ہوئے فرمایا:

◉ لكن على ماذا تكون أُسُسُ الوحدة؟ تكون على منهج الكتاب والسنة

''لیکن اس وحدت واتحاد کی بنیادیں کیا ہوں؟ یہ بنیاد کتاب وسنت کی اتباع ہی ہوسکتی ہے۔''

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے کہا کہ اس دعوت میں اہل علم کے فضل ومرتبہ کا اہتمام والتزام کرنا اشد ضروری ہے، اس دعوت کی بنیادیں علم حقیقی (قرآن وسنت) میں پیوست ہیں۔فرمایا:

فلا ينبغي أن نتساهل بشأن العلم فينبغي أن نُعْنٰى بالعلم بكتاب الله والعلم بسنة رسوله ﷺ والعلم باللغة العربية التي هي لغة القرآن الكريم والسنة النبوية

''علم کے حصول میں کوتاہی کسی طرح بھی درست رویہ نہیں ہے۔ہمیں چاہئے کہ ہم قرآن مجید اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کے علوم کو سیکھیں اور عربی زبان کی تعلیم حاصل کریں جو قرآنِ کریم اور سنتِ نبویہؐ کی زبان ہے۔''

علما کی عظمت وشان کے حوالے سے آپ نے ان الفاظ میں توجہ دلائی کہ علماے شریعت کی شان ومرتبہ میں کسی قسم کی کمی بیشی کرنے سے احتراز واجتناب لازمی ہے۔علما پر کوئی الزام عائد کرنے سے پہلے ان کو اجتہادی خطا پر (بشریت کے تقاضوں کے پیش نظر) معذور سمجھا جائے:

لا ينبغي التعجُّل في الوقيعة بالعلماء بل لا بد من التماس العُذر لهم!

اسلام پرعمل پیرا ہونے کے سلسلے میں منہج سلیم کی نشاندہی کرتے ہوئے آپ نے کہا:

"فإنها دَعوة، دعوة إلى الاعتصام بالكتاب والسنَّة بعيدًا عن المُسمَّيات والشِّعَارات، فنَحن ندعو إلى كتاب الله وسنَّة رسوله ونحبُّ من كان حريصًا مُتَّبِعا لكتاب الله وسنة رسوله ﷺ بمنهج السلف الصالح"

''یہ اسلام کی دعوت دراصل کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھام لینے کی دعوت ہے جو مختلف ناموں اور علامتوں سے کہیں بالاتر ہے۔ ہماری دعوت کتاب اللہ اور سنتِ رسولؐ کی دعوت ہے۔ہمیں اس شخص سے دلی محبت ہے جو کتاب وسنت کی اتباع کا شائق وحریص ہو، جس ڈھنگ پر اس اُمت کے سلف صالحین کاربند رہے ہیں۔''

◉ دین کے مفہوم اور اس کی دعوت کے حوالے سے اپنے مذکورہ بالا خیالات پیش کرتے ہوئے آپ نے اس تصور کا حامل 'اہل حدیث' کو قرار دیا اور یہ عربی اَشعار پڑھے:

أهل الحـــديث همـــو آل النبـي — وإن لم يصحبوا نفسه أنفاسه صحبوا
سلامي على أهل الحديث فإنـني — نشأت على حبِّ الأحاديث من مَّهد

www.KitaboSunnat.com

همو نشروا في الكون سنة أحمدا بلا صد منهم فيها ولا ورد

''اہل حدیث تو نبی کریم ﷺ کے آل وعیال ہیں، جو ذاتِ نبویؐ کی صحبت سے مشرف تو نہیں ہوئے، البتہ ان کے سانس ضرور اس سے عطر بیز رہتے ہیں۔ اہل حدیث کو میرا اسلام ہو کیونکہ بچپن سے میں بھی احادیث کی محبت میں ہی پروان چڑھا ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کائنات میں سنتِ احمد ﷺ کی نشر واشاعت کی اور اس میں اُنہوں نے کوئی کمی بیشی نہیں کی۔''

اس شعر میں اہل حدیث کو آل النبیؐ (نبی کے روحانی وارث) قرار دینے کی وجہ پیش کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ یوں تو یہ صحابیت کے شرف سے محروم ہیں، لیکن فرامینِ نبویؐ کے ہر وقت تذکرے سے گویا ان کی مشامِ جان ہر دم صحبتِ نبویؐ سے عطر بیز رہتے ہیں۔یعنی صحابیت کے حقیقی وصف کی بجائے اس مبارک فعل کی بنا پر اُنہیں اس کا معنوی وصف 'کلامِ نبوی کو سننا سنوانا' ضرور حاصل ہوا ہے۔ پھر امامِ کعبہ نے نجات یافتہ گروہ کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مشہور مقولہ ذکر فرمایا: إن لم يكونوا أهل الحديث فلا أدري من هم؟

''اگر اہل حدیث فرقہ ناجیہ نہیں ہیں تو پھر میں نہیں جانتا کہ وہ اور کون ہیں؟''

◉ انتہائی فرحت ومسرت کے عالم میں ہونے والا امام کعبہ کا یہ خطاب نہ صرف دیگر خطابات کی نسبت کافی طویل ہے بلکہ جا بجا قیمتی ارشادات اور علمی نکات سے بھرا ہوا ہے۔ اپنے خطاب میں دنیا بھر میں اہل حدیث کے شاندار کردار کا تذکرہ کرتے ہوئے اُنہوں نے فرمایا:

أيها الإخوة! إن جمعية أهل الحديث المركزية من الجمعيات الرَّائدة، ليس في مستوٰى باكستان فقط وإنما في العالم الإسلامي كلِّه بل في العالمِ أجمع. زُرتُ أمريكا وزرتُ بريطانيا وزُرت أماكنَ شتّٰى في العالم فوجدتُّ لأهل الحديث دعوةً ووَجدتُّ لهٗ مساجد ووجدت لهم نشاطًا يُشْكرون عليه، ليس هذا تعصُّبًا ولا تحيُّزًا

''میرے بھائیو! مرکزی جمعیت اہل حدیث نہ صرف پاکستان، پورے عالم اسلام بلکہ دنیا بھر میں ایک اُبھرتی ہوئی نمایاں جمعیت ہے۔ مجھے امریکہ، برطانیہ اور دنیا کے دیگر علاقوں میں جانے کا موقع ملا ہے، وہاں بھی اہل حدیث کی دعوت موجود ہے، ان کی ہر جگہ مساجد ہیں اور ان کے کاموں میں کافی حرکت ونشاط پائی جاتی ہے جس پر ان کی قدر افزائی ہونی چاہیے۔

واضح رہے کہ میں یہ باتیں کسی تعصب اور ہم نوائی کی بنا پر نہیں کہہ رہا ہوں۔''

امام کعبہ نے منہج وعقیدہ کی اس راست روی اور دیگر گوناگوں خوبیوں کی بنا پر اُمتِ مسلمہ کو بھی منہج سلف صالحین اختیار کرنے کی دعوت دی:

فكلُّ مُسلِم ينبغي أن يكون أهل حديث وكل مسلم ينبغي أن يكون أهل توحيد وأهل سنة وأهل رعاية لمنهج سلف هذه الأمة رحمهم الله

''ہر مسلمان کو اہل حدیث ہونا چاہیے، ہر مسلمان کو اہل توحید اور اہل سنت ہونا چاہیے اور اس اُمت کے ائمہ اسلاف کے منہج کی رعایت رکھنے والا ہونا چاہیے۔''

شُكرًا لجمعية أهل الحديث وسلامي على أهل الحديث ودعائي لأهل الحديث جميعًا وجميع إخواننا المسلمين في باكستان وجميع جمعيات الإسلامية الداعية للإسلام فجزا الله الجميع خيرًا

''میں جمعیت اہل حدیث کا شکرگزار ہوں، اہل حدیث حضرات کو میرا سلام ہو، میری دعائیں تمام اہل حدیث حضرات اور پاکستان کے تمام مسلمان بھائیوں کے لئے ہیں۔ اور ان تمام اسلامی جمعیتوں کے لئے بھی جو اسلام کی طرف بلانے والی ہیں، اللہ تمام کو بہترین جزا عطا فرمائے۔''

اپنے خطاب کے آخر میں اُنہوں نے تحریکِ اہل حدیث کو سعودی عرب اور حرمین شریفین کے علما کے افکار و دعوت کا تسلسل اور ان سے ہم آہنگ قرار دیتے ہوئے فرمایا:

وندعو لكم دائمًا في رحاب الحرم الشريف وأنتم امتداد لما عليه علماء المملكة العربية السعودية وأهل الحرمين الشريفين وأئمة الحرمين الشريفين وعلماء مكة والمدينة وجميع بلاد إخوانكم في المملكة العربية السعودية فجزاكم الله خيرًا وبارك في جهودكم، شكرًا لكم

ہم حرم شریف میں ہمیشہ آپ کے لئے دعا گو رہتے ہیں کیونکہ آپ اس (دعوت) کا تسلسل ہیں جس پر مملکتِ سعودی عرب کے علما، حرمین شریفین کے باشندے، حرمین شریفین کے ائمہ کرام، مکہ اور مدینہ کے علماے عظام اور مملکتِ سعودی عرب میں آپ کے تمام بھائی کاربند ہیں۔ اللہ آپ کو جزاے خیر عطا فرمائے، آپ کی کاوشوں کو بابرکت بنائے، ہم آپ کے شکرگزار ہیں۔''

www.KitaboSunnat.com

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

اس خطاب میں تحریکِ اہل حدیث کے بارے میں جن مخلصانہ جذبات کا اظہار کیا گیا ہے اور جس طرح دوٹوک الفاظ میں ان کی حمایت وتائید کے ساتھ اُنہیں حرمین شریفین کا تسلسل قرار دیا گیا ہے، سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام موصوف کو اس کی ضرورت کیوں پیش آئی......؟

غالباً اس کی ضرورت یہ ہے کہ برصغیر پاک وہند میں تحریکِ اہل حدیث کے حوالے سے عوامُ الناس میں مختلف شبہات پیدا کئے جاتے ہیں اور اس کا تعارف جادۂ حق سے منحرف ایک تحریک کے طور پر کرایا جاتا ہے۔ اس تعارف کے پس پردہ انگریز استعمار اور مغربی سامراج کی سلفیت یا اپنے خودساختہ تصورِ 'وہابیت' کے خلاف بڑی شدومد سے پھیلائی جانے والی نفرت بھی شامل ہے۔ امام کعبہ نے اپنے اس خطاب کے ذریعے گویا اس تصور کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے۔ بالخصوص جمعیتِ اہل حدیث اور کنونشن میں موجود اہل حدیث علما کو مخاطب کر کے ان کی ملکی وبین الاقوامی خدمات کی جو تحسین وتائید اُنہوں نے فرمائی ہے، اس سے اُن کا مقصود بالکل واضح اور ظاہر ہو رہا ہے۔

لیکن یہاں اس امر کی نشاندہی بھی ضروری ہے کہ شیخ عبدالرحمٰن سدیس اس بیت اللہ العظیم کے امام ہیں جو تمام مسلمانوں کا قبلہ وکعبہ ہے، چنانچہ اُنہوں نے اپنے خطاب میں بھی اس جامعیت کو ملحوظ رکھا ہے، نہ کہ اُنہوں نے اس طرح کسی تعصب کی حوصلہ افزائی کی ہے بلکہ اُنہوں نے اہل حدیث کے اس تصور کو مجلس میں موجود افراد کے ساتھ متعین کرنے کے علاوہ اس میں ان لوگوں کو بھی شامل کیا ہے جو کتاب وسنت کی غیر مشروط اتباع کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اِن الفاظ کے ذریعے اُنہوں نے دوسروں کو بھی اسی دعوت کی ترغیب دی ہے:

وحينما أقول أهل الحديث أؤكد أنني أريد العموم، أريد أن نَّكون كلُّنا كذلك، كلنا ذلك الرجل. ومَن مِّنا لا يحبُّ حديث رسول الله؟ ومن منا لا يحرص على منهج سلف هذه الأمة رضي الله عنهم.

''جب میں اہل حدیث کا لفظ بولتا ہوں تو بالتاکید اس لفظ سے میری مراد عام ہے، میں چاہتا ہوں کہ ہم سب اسی طرح ہو جائیں۔ کیونکہ ہم میں سے کون ہے جسے رسول اللہ ﷺ کی

www.KitaboSunnat.com

حدیث سے محبت نہ ہو، اور کون ہے جو اس اُمت کے اسلاف کے منہج کا خواہاں نہ ہو۔''

امامِ کعبہ کے اس طرزِ فکر پر ان کے پورے خطاب کا اُسلوب شاہد ہے کہ اُنہوں نے اُمت مسلمہ میں اتحاد ووحدت اور یگانگت پر کئی بار زور دیا۔ وحدت کی بنیاد کتاب وسنت کو بتاتے ہوئے اُنہوں نے علما کے احترام، فرقہ واریت سے نفرت، اور فروعی مسائل کی بنا پر فرقہ بند ہوجانے کے رویہ کی مذمت کی اور آپس میں خیرخواہی اور ایک دوسرے کے لئے محبت ومؤدت کے جذبات پر کاربند رہنے کی تلقین فرمائی۔

امامِ کعبہ جیسی معتبر ومحترم ہستی کی یہی شان ہے کہ وہ اُمت کو اسلام کی حقیقی بنیادوں پر یکجا ہونے کی دعوت دیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کا صحیح اور کامل شعور عطا فرما کر خلوص دل سے اس پر عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین! (حافظ حسن مدنی)

سالانہ خریداران ,محدث، توجہ فرمائیں

دسمبر ۲۰۰۶ء اور مارچ ۲۰۰۷ء میں مدتِ خریداری ختم ہونے پر بذریعہ پوسٹ کارڈ اطلاع دی گئی تھی لیکن بعض حضرات نے ابھی تک تجدید نہیں کروائی، ان سے گزارش ہے کہ زرِسالانہ جلد ارسال کریں۔ مزید برآں جن خریداران کو جون ۲۰۰۷ء سے مدتِ خریداری ختم ہونے کے پوسٹ کارڈ بھیج دیے گئے ہیں، ازراہِ کرم وہ بھی پہلی فرصت میں ادائیگی فرمائیں۔ اگر خدانخواستہ آئندہ محدث کی خریداری جاری نہیں رکھنا چاہتے تو تب بھی بذریعہ خط یہ فون دفتر محدث کو فوری مطلع فرمائیں۔ شکریہ! محمد اصغر منیجر 'محدث' ✆ 042-5866476

ضرورت کتب برائے لائبریری

ہم ایک خوبصورت، عالی شان اسلامی لائبریری بنانا چاہتے ہیں جس میں مندرجہ ذیل مضامین کی کتب درکار ہیں۔ اگر کوئی صاحب اپنی کتب یا کتب خانہ فروخت کرنا چاہتا ہے تو ہم سے رجوع کرسکتا ہے:

مضامین کتب: علوم القرآن، علوم الحديث، أسماء الرجال، لغة عربية أدب عربي، الميراث، الفقه، التاريخ، منطق، فلسفه اور قلمی مخطوطے وغیرہ

عربی، اُردو، فارسی اور انگریزی کتب کو ترجیح دی جائے گی ◉ رابطہ: **احمد بٹ** 0304-4001012

www.KitaboSunnat.com

راجا رشید محمود
مدیر ماہنامہ 'نعت' لاہور

احادیثِ رسول ﷺ

احادیثِ پاک سے
پاؤ گے ربّ کی رحمت احادیثِ پاک سے

ق ومالک سے مصطفیٰؐ
واضح ہوئی شریعت احادیثِ پاک سے

میں دنیا کے فلسفی
قرآن کی فضیلت احادیثِ پاک سے

منابع یہی تو ہیں
قرآن کی ہے قربت احادیثِ پاک سے

ے تو پا جاؤ گے فلاح
ملتی ہے جو نصیحت احادیثِ پاک سے

ب اس سے حقیر ہیں
پاؤ گے تم جو دولت احادیثِ پاک سے

ہیں فرامینِ کبریا
اس کی ملی شہادت احادیثِ پاک سے

رسولِ کریمؐ سے
کامل ہوئی عقیدت احادیثِ پاک سے

منہجِ دینِ متین کی
ظاہر ہوئی حکمت احادیثِ پاک سے

وفلاحِ مردِ مسلمان یہی تو ہے
ر رکھنا اُلفت احادیثِ پاک سے

کتاب وحکمت — اَخذ و ترجمہ: حافظ حسن مدنی

'اے اُمتِ قرآن! قرآن کی طرف پلٹ آؤ'

پنجاب قرآن بورڈ کے اجلاس سے امامِ کعبہ شیخ عبدالرحمٰن سدیس حفظہ اللہ کا خطاب

تمام تعریفیں اس اللہ ربّ العالمین کے لئے جس نے اپنے بندے پر قرآنِ مجید نازل کیا تاکہ وہ اس کے ذریعے بنی نوع انسان میں اللہ کا تقویٰ پیدا کرے۔ درود وسلام ہو اس ذاتِ اقدسؐ پر جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت، خوشخبری اور اس کے حکم سے اسکی طرف بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا، نبی مکرم ﷺ اور آپکے فرمانبردار ساتھیوں پر کروڑوں رحمتیں اور سلام ہو۔ اما بعد

محترم جناب وزیر اعلیٰ پنجاب چوہدری پرویز الٰہی (نگرانِ اعلیٰ قرآن بورڈ)، قاری محمد حنیف جالندھری (چیئرمین قرآن بورڈ) اور معزز حاضرینِ مجلس! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قرآنِ کریم کی مناسبت سے آج کی بابرکت صبح میں منعقد کی جانے والی اس مبارک مجلس میں آپ سے ملاقات کو میں اپنے لئے باعثِ سعادت سمجھتا ہوں۔ قرآن بورڈ کے اس اجلاس میں آپ حضرات کی شرکت قرآنِ کریم سے آپ کے والہانہ تعلق اور دلی لگاؤ کا بین ثبوت ہے۔ قرآنِ کریم کے موضوع پر گفتگو عظیم خوش بختی سے کم نہیں کیونکہ قرآن ہی درحقیقت ہماری سعادت اور عزت وشرف کا مرکز ومحور ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ﴾ (الزخرف:۴۴)

''بلاشبہ یہ قرآن آپ اور آپ کی قوم کے لئے پیامِ نصیحت ہے، عنقریب تم سے پوچھا جائے گا۔''

﴿لَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ كِتَابًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ (الانبیاء:۱۰)

''ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا ہی تذکرہ ہے، پھر تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے؟''

اپنے عظیم متکلم عزوجل کی طرح یہ قرآنِ مجید حجت قائم کرنے میں بہت پختہ اور لوگوں کی پیروی سے مستغنی ہے۔ یہ کتاب اس اُمت کی عظمت کا نشان ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُمت

www.KitaboSunnat.com

ِ اسلامیہ کو یہ عظیم کتاب نازل فرما کر عزت و ناموری بخشی ہے، فرمانِ نبویؐ ہے:

«إن الله يرفع بهٰذا الكتاب أقوامًا ويضع به آخرين» (صحیح مسلم:۱۳۵۳)

''اس کتاب کے ذریعے اللہ تعالیٰ قوموں کو رِفعتیں عطا فرماتا اور بعضوں کو پست کر دیتا ہے۔''

ملت ِ اسلامیہ کا فرض ہے کہ کھوئی عظمتوں کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے اس کتابِ عظیم سے اپنے تعلق کو مضبوط بنائے۔ مجھ سے پہلے جناب قاری محمد حنیف جالندھری نے اپنے خطاب میں قرآن بورڈ کے اَہداف کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کے ۱۰ مقاصد پیش کیے۔ میں بھی آپ کے سامنے قرآنِ کریم سے تعلق واستفادہ کے ۱۰/ اہداف و مقاصد پیش کرنا چاہتا ہوں، گو کہ یہ اَہداف ان سے کافی مختلف ہیں جن کا تذکرہ قاری صاحب نے اپنے خطاب میں کیا ہے۔قرآنِ کریم کے سلسلے میں یہ ۱۰/ اہداف ہمارے پیش نظر رہنے چاہئیں:

① کتاب اللہ پر ایمان لانا: اس کی تصدیق کرنا اور اللہ کی سچی کتاب ہونے کا پختہ اعتقاد رکھنا۔

② اس کلامِ مقدس کی فضیلت کو جاننا: جیسا کہ فرمانِ نبویؐ ہے:

''کلام اللہ کی فضیلت دیگر کلاموں پر ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کو اپنی تمام مخلوقات پر بے پناہ فضیلت حاصل ہے۔'' (سنن دارمی)

③ قرآنِ کریم کی تلاوت سے اپنے دلوں کو سیراب کرنا: جیسا کہ قرآنِ کریم میں مؤمنوں کی صفات میں یہ بیان ہوا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ...﴾ (فاطر:۲۹)

''وہ لوگ جو اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے اور نماز کو قائم کرتے ہیں......''

﴿اَلَّذِيْنَ آتَيْنٰهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اُولٰئِكَ يُؤمِنُوْنَ بِهٖ﴾

''وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب عطا کی ہے، وہ اس کی تلاوت کا حق ادا کرتے ہیں۔ یہی لوگ اس پر (حقیقی) ایمان لانے والے ہیں۔'' (البقرۃ:۱۲۱)

نبی کریم ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے:

«من قرأ حرفًا من كتاب الله فله به حسنة والحسنة بعشر أمثالها ، لا أقول الم حرف ولكن الف حرف ولام حرف وميم حرف» (سنن ترمذی:۳۱۱۰)

''جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف تلاوت کیا، اس کے لیے اس کے بدلے ایک نیکی ہے اور

ایک نیکی دس گنا تک بڑھا دی جاتی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ 'الف' ایک حرف، 'ل' ایک حرف اور 'م' ایک حرف ہے۔''

④ اس کتاب میں غور وفکر کرنا: قرآنِ کریم کو نازل کرنے کا مقصد اس میں فکر و تدبر کرنا ہے۔ اسے الماریوں میں سجانے اور عمارتوں کی زینت بڑھانے کے لئے نازل نہیں کیا گیا، لہٰذا عوام وخواص کا یہ فرض ہے کہ اس میں غور وفکر کو اپنی زندگی کا معمول بنائیں۔قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے:

﴿كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَاب﴾

''ہم نے آپؐ پر یہ کتاب اس لئے نازل کی ہے تاکہ یہ لوگ اس میں غور وفکر سے کام لیں اور عقل وشعور والے اس سے نصیحت حاصل کریں۔'' (صٓ:۲۹)

نزولِ قرآن کا ہدف محض تلاوت نہیں بلکہ تلاوت کے ذریعے اس میں تدبر وتفکر کرنا ہے۔

⑤ قرآنِ کریم کے فرامین پر عمل بجا لانا: قرآنِ کریم کی تلاوت کا مطلب اللہ سے ہم کلام ہونا ہے۔ اور اللہ کے ہم سے کلام کرنے کا مقصد ہمیں رہنمائی اور ہدایت دینا ہے۔ واضح رہے کہ قرآنِ کریم عمل واعتقاد اور توحید کی کتاب ہے جس پر عمل کرنا سنتِ مطہرہ کی تعلیم کے بغیر ممکن نہیں۔تعلیم وتعلّم کے ہر میدان میں ہمیں کتاب وسنت سے بھرپور استفادہ کرنا چاہئے۔قرآن صحیفۂ ہدایت ہے، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ﴾ (الاسراء:۹)

''بے شک یہ قرآنِ اس راہ کی طرف راہنمائی کرتا ہے جو سب سے سیدھی ہے۔''

قرآن ہمیں عبادات، معاملات، فضائل واخلاق، غرض ہر معاملے میں رہنمائی دیتا ہے۔ قرآن خواہشاتِ نفسانی کا خاتمہ کرتا اور ہدایاتِ ربانی سے دلوں کو معمور کرتا ہے۔

⑥ قرآنِ کریم میں بیان کردہ اخلاقِ حسنہ کو اختیار کرنا: جیسا کہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں فرمایا کہ

«كان خُلُقه القرآن» (مسند احمد:۲۳۴۶۰،صحیح) ''وہ قرآن کا خلقِ مجسم تھے۔''

اس کا مطلب یہ ہوا کہ نبی کریم ﷺ قرآنِ کریم کے حلال کردہ اُمور کو حلال جانتے، حرام کردہ باتوں سے اجتناب کرتے، قرآنِ کریم کے صریح احکامات کی پیروی بجا لاتے اور مشتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَحکام پر ایمان رکھتے اور قرآنِ کریم کی تلاوت کا حق ادا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کا زندگی بھر معمول یہ تھا کہ کسی بھی معاملے کا فیصلہ قرآنِ کریم کی ہدایت یا اللہ کی طرف سے احادیث کی صورت میں ملنے والی وحی پر موقوف ٹھہراتے۔

⑦ قرآنِ کریم کو حَکَم اور فیصل ماننا: مسلمانوں کو چاہئے کہ قرآنِ کریم کے ساتھ ہی اپنے ہر مسئلے اور تنازعے کا فیصلہ کریں، جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے:

﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (النساء:۶۵)

''آپ کے ربّ کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک ایمان والے نہیں بن سکتے جب تک اپنے جھگڑوں میں آپ ﷺ کو فیصلہ کن حیثیت نہ دے دیں، پھر آپؐ کے فیصلوں پر ان کے دلوں میں معمولی سی خلش بھی محسوس نہ کریں اور دل وجان سے اس کو تسلیم کرلیں۔''

⑧ قرآنِ کریم سے جملہ نوعیت کے امراض کی شفا حاصل کرنا: کیونکہ قرآنِ کریم کا ایک وصف 'شفا' بھی ہے جس میں بدنی، ذہنی اور عقلی ہر قسم کے اَمراض کی شفا شامل ہے۔ چنانچہ ہر قسم کی کوتاہیوں کی تلافی کے لئے قرآنِ کریم سے رہنمائی حاصل کرنا ازبس ضروری ہے۔ قرآن کریم معنوی اور مادّی ہر قسم کی شفا کا منبع ومرکز ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَ لَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا﴾ (الاسراء:۸۲)

''ہم نے قرآن کو مؤمنوں کے لئے شفا اور رحمت بنا کر نازل فرمایا ہے۔ اور ظالموں کو نقصان وخسارہ میں اضافہ کے سوا اس سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔''

⑨ ہمارا یہ دِلی اعتقاد ہونا چاہئے کہ زمان ومکان کے تغیرات اور بدلتے تقاضوں میں قرآنِ کریم ہی وہ واحد کتابِ ہدایت ہے جو ہمارے باہمی اختلافات کے حل میں کسوٹی بن سکتا ہے، جیسا کہ فرمانِ نبویؐ ہے:

«تركتُ فيكم أمْرين لن تضلوا ما تمسكتم بهما: كتاب الله وسنة رسوله»

''میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں: اگر اِنہیں مضبوطی سے تھامے رکھا تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے: اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت'' (مؤطا: ۱۳۹۵)

www.KitaboSunnat.com

⑩ ہمیں چاہئے کہ قرآنِ کریم کو اپنی قوم کی تعلیم و تربیت کا مرکز ومحور بنائیں اور اس کی تعلیم کے زیادہ سے زیادہ امکانات پیدا کریں۔ اپنی اولاد، معاشرہ اور ملت ِاسلامیہ کی اصلاح کے لئے قرآنِ کریم کی تعلیم کو زیادہ سے زیادہ عام کریں۔ تعصّبات، گروہ بندی اور اختلافات کے خاتمہ کا ایک ہی طریقہ ہے کہ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں۔ قرآنِ کریم کا مسلمانوں کو تو یہ حکم ہے:

﴿وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا﴾ (الانفال:۴۶)

''اور آپس میں تنازعہ نہ کرو، تم پھسل جاؤ گے، تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی، صبر سے کام لو۔''

میں پوچھتا ہوں کہ آج قرآن پر ایمان کہاں ہے؟ جو قوم بھی قرآنِ کریم کے احکامات پر عمل پیرا ہوگی، اس کے حالات کی ضرور اصلاح ہوجائے گی۔ قرآنِ کریم محض اِنذار وتبشیر کے لئے نازل نہیں ہوا، بلکہ درحقیقت اس کے مطابق عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں نزولِ قرآن کے اس اصل ہدف کو پورا کرنے کی بھرپور جستجو کرنی چاہئے۔ اُمت کے حالات کی اس وقت تک اصلاح نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ بحیثیت ِمجموعی قرآن کی طرف رجوع نہ کرلے۔

- اس وقت پوری اُمت ِمسلمہ میں رجوع الیٰ القرآن کی قوی تحریک پیدا ہونی چاہئے۔
- پاکستان، سعودی عرب اور پوری مسلم اُمہ میں قرآن کی تعلیم کے مراکز قائم ہونے چاہئیں۔
- قرآن سیکھنے اور سکھانے والوں کو معاشرے میں مؤثر مقام دیا جانا چاہئے۔

کیونکہ قرآن میں ہی وہ قوت ہے جس کے ذریعے ہم ہر دور کے ہمہ نوعیت چیلنجوں سے بخوبی عہدہ برا ہوسکتے ہیں۔ اُمت ِمسلمہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ دوسرے مذاہب وادیان کی کتب کے مقابلہ میں ان کے پاس ایسا دینی ورثہ موجود ہے جو لفظاً ومعنیً تحریف وتبدل سے پاک ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (الحجر:۹)

اے اُمت ِقرآن! قرآن کی طرف لوٹ آؤ، زندگی کے ہر مسئلے میں قرآن کی ہدایت کو لازم پکڑو۔ قرآن کی خدمت ہر مسلمان کے لئے سرمایۂ افتخار ہے۔ قرآن کی خدمت کے لئے قائم شدہ 'قرآن بورڈ' کے اس اجلاس میں، میری شرکت اور آپ لوگوں سے ملاقات میرے

www.KitaboSunnat.com

لئے انتہائی مسرت اور دلی سرور کا باعث ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میری دعا ہے کہ وہ آپ کی مخلصانہ خدمات کو قبول فرمائے، آپ کو اس سے زیادہ قرآن کی خدمت کرنے اور اس پر عمل بجا لانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔آپ کی کاوشوں کو ثمر آور بنائے۔ بالخصوص اس مجلس کے منتظمین اور قرآن بورڈ کے ذمہ داران کا میں خصوصاً شکر گزار ہوں کہ اُنہوں نے مجھے آپ سے چند باتیں کہنے کا موقع عنایت فرمایا۔

☜ میں آخر میں آپ حضرات کو یہ توجہ بھی دلانا چاہوں گا کہ آپ کو قرآن بورڈ کے زیر اہتمام احادیث ِنبویہؐ کی خدمت اور اس میں موجود پیغام کو پھیلانے کے لئے بھی ایک خصوصی شعبہ قائم کرنا چاہئے کیونکہ فرامین ِنبویہؐ کو نظر انداز کرکے قرآنِ کریم سے کماحقہ استفادہ ممکن نہیں۔ اس طرح یہ سنٹر 'مرکز ِقرآن وحدیث' یا 'مرکز ِقرآن وسنت' کی شکل میں اپنی خدمات انجام دے سکتا ہے۔اگر ایسا ہوجائے تو یہ 'خیر پر مستزاد خیر' اور 'نور علیٰ نور' کے مترادف ہوگا۔

یہ حکومت ِپنجاب کا ایسا قابل ِرشک منصوبہ ہوگا جس کے بارے میں قرآنِ کریم کے الفاظ میں ﴿وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ﴾ کہ یہ ہیں ایسے قابل رشک اقدامات جن کے بارے حکومتوں کو آپس میں ایک دوسرے سے مسابقہ ومقابلہ کرنا چاہئے۔

☜ بلکہ میں اس پر ایک مزید منصوبے کا اضافہ کرنا چاہوں گا کہ حکومت ِپنجاب کو چاہئے کہ قرآنِ کریم سے تعلق کو مضبوط کرنے اور اس کی معاشرتی تاثیر کو فروغ دینے کے لئے پنجاب بلکہ پاکستان بھر کی سطح پر 'مقابلہ قرآنِ کریم' کے انعقاد کا آغاز کیا جائے جسے بعد ازاں 'عالمی مسابقۂ قرآنِ کریم' کی شکل بھی دی جاسکتی ہے۔ یاد رہے کہ اس نوعیت کے مقابلوں کو سرکاری سطح پر منعقد کرنے کی روایت دنیا بھر کے متعدد اسلامی ممالک میں کافی مستحکم ہوچکی ہے۔آخر میں ایک بار پھر آپ حضرات سے اس ملاقات پر آپ کا شکر گزار ہوں اور آپ کے لئے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول ومنظور فرمائے اور آپ کے عمل کو صراطِ مستقیم پر استقرار واستقلال نصیب فرمائے اور ہم سب کو قرآنِ کریم کے حقوق کماحقہ ادا کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین!

(خطاب بمقام: وزیر اعلیٰ ہاؤس، ۷ کلب روڈ، مؤرخہ ۳۱ مئی ۲۰۰۷ء، ۱۱ بجے صبح)

www.KitaboSunnat.com

اقوام وملل

ترجمہ: پروفیسر خالد حمید قریشی

اسلام کا عالمی پیغام اور اہل علم کا فرض

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد میں شیخ عبدالرحمٰن سدیس کا خطاب

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے قلم کے ذریعے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا اور صلوٰۃ وسلام ہوں اس عظیم ہستی پر جو ہمارے آقا اور نبی اکرم محمد بن عبداللہ ﷺ ہیں اور آپؐ کی آل اور صحابہ کرامؓ پر اور اُن لوگوں پر جنہوں نے آپؐ کا پیغام لوگوں تک پہنچایا اور آپؐ کی سیرت سے رہنمائی حاصل کی...... اما بعد! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ مبارک گھڑی اور یہ باسعادت موقعہ میرے لیے یقیناً باعثِ مسرت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بلند و بالا عظیم علمی مرکز اور تربیت گاہ میں آپ سے اس پاکیزہ اور بابرکت ملاقات کا موقع مرحمت فرمایا۔ یہ یونیورسٹی بین الاقوامی اسلامی تہذیب کی قندیلوں میں سے ایک قندیل ہے۔ میں اللہ عزوجل کی نعمتوں اور اس کے احسانات پرشکر ادا کرتا ہوں، پھر مملکت ِسعودی عرب کے ذمہ داران کا بھی جن میں خادمِ حرمینِ شریفین سرفہرست ہیں جنہوں نے مجھے اِس سفر کی ترغیب دلائی تاکہ مضبوط برادر مملکت پاکستان میں موجود مسلمانوں بھائیوں سے ملاقات، باہمی رابطہ اور باہمی تعاون کی کئی شکلیں متعارف ہوں، اور اس کا ہمارے دلوں پر گہرا اثر ہے جو باقی رہے گا۔ ایک مضبوط اور عظیم اسلامی ملک پاکستان کی سرزمین ہم سب کو انتہائی محبوب ہے جس کی ہر میدان میں اسلامی خدمات دنیا بھر میں خوب نمایاں ہیں۔

میں جناب محترم رئیس الجامعہ ڈاکٹر انوار صدیقی اور اپنے بھائی اعجاز الحق وزیر مذہبی اُمور کا بھی شکر گزار ہوں جو اپنے والدِ محترم ضیاء الحق اور جلالۃ الملک فیصل بن عبدالعزیز کے قیمتی افکار کا تسلسل ہیں۔ اللہ ان دونوں پر رحم فرمائے، ان دونوں شخصیتوں کے اُمتِ اسلامیہ پر بالعموم بڑے گہرے اثرات ہیں، بالخصوص اس بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کا قیام ان دونوں

صاحبان کی مشترکہ کوششوں کا ثمرہ ہے۔اللہ تعالیٰ ان دونوں کو اجر وثواب سے نوازے۔
میں تدریسی کونسل کے اراکین، جامعہ کے ملازمین، ذمہ داران اور طلبا سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اس جہدِ مسلسل پر جو وہ راہِ علم وتربیت اور دعوت الی اللہ میں صرف کررہے ہیں۔

عزیز بھائیو! اس میں کوئی شک نہیں اور معاشرہ کی اصلاح، عزت وشرف اور ثقافت کی تعمیر وترقی کے لئے جستجو کرنے والا اس حقیقت سے لازماً آگاہ ہوگا کہ معاشرے کی عزت ووقار اور بلند تہذیب کی بنیادیں ہمیشہ علم وفہم اور معرفت پر ہی استوار ہوتی ہیں۔ شاعر کہتا ہے:

للعلم والمال يبني الناس مَجْدَهم   لم يَبْنِ مَجد على جهل وإقلال

''لوگ اپنی عزت اور رِفعت علم اور مال کے ذریعے ہی حاصل کرتے ہیں جبکہ جہالت اور تنگ دستی کی موجودگی میں یہ عزت ورفعت ہرگز حاصل نہیں ہوتی۔''

اسی بنا پر شریعتِ اسلامیہ نے اہل علم کی عظمت بیان کی اور علما کی فضیلت اور مقام ومرتبہ بلند کیا۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے اپنی شہادت کو اہل علم کی شہادت کے ساتھ مربوط کیا ہے:

﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّاهُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (آلِ عمران:۱۸)

''اللہ تعالیٰ نے اس بات کی گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور تمام فرشتے اور اہل علم بھی انصاف کے ساتھ اس گواہی پر قائم ہیں کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی غالب اور حکمت والا ہے۔''

﴿وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا﴾ (طٰہٰ:۱۱۴)

''اور آپ کہہ دیجئے (کہ اے) میرے ربّ میرے علم میں اضافہ فرما۔''

﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾ (المجادلہ:۱۱)

''اللہ ان لوگوں کے درجات بلند کرتا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور وہ لوگ امتیازی درجہ رکھتے ہیں جنہیں علم سے نوازا گیا۔''

﴿هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (الزمر:۹)

''کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے، برابر ہوسکتے ہیں۔''

﴿اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى﴾ (الرعد:۱۹)

www.KitaboSunnat.com

''کیا وہ شخص جو جانتا ہے کہ جو (وحی) تیرے ربّ کی طرف سے نازل کی گئی برحق ہے، وہ اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو (اس حقیقت سے) اندھا ہے۔'' شاعر کہتا ہے کہ

فَفُزْ بِعِلم تَحيٰى به أبدًا　　الناس موتٰى وأهل العلم أحياء

ما الفَخْر إلا لأهل العلم　　إنهم على الهدٰى لمن استهدٰى أدِلَّاء

وقدر كل امرئ ما كان يُحسِنه　　والجاهلون لأهل العِلْم أعداء

''اے انسان تو زیورِ علم سے آراستہ ہو جا، اس کی بدولت تیرا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔ جہالت کی وجہ سے لوگ تو فوت شدگان جیسے ہیں جبکہ اہل علم، علم کی وجہ سے زندہ ہیں۔ اہل علم کے لئے فخر کی یہی بات کافی ہے کہ وہ یقیناً ہدایت پر قائم ہیں اور طالب ِہدایت کو راہِ ہدایت دکھانے والے ہیں۔ اور ہر شخص جتنا کسی کام کو حسین بناتا ہے، اتنی ہی اس کی قدر و منزلت ہے جبکہ جاہل اہل علم کے دشمن ہیں۔''

اللہ عزوجل کا اس اُمت پر یہ عظیم الشان احسان ہے کہ اس نے اتنے وسیع وعریض، مضبوط و مستحکم علم کے قلعے کھڑے کردیے جن کا جہالت کی تاریکیوں کو مٹانے، اُمت کو نورِ ہدایت سے روشناس کرانے اور دنیا کو علوم وفنون سکھانے میں بڑے نمایاں کردار ہے۔ آج ہم علم کے بلند وبالا قلعوں میں سے ایک، اس مرکزِ علم میں بابرکت ملاقات سے فیض یاب ہورہے ہیں، میری مراد اس سے الجامعة الإسلامية العالمية ہے۔

ہمارے پیش نظر اس مرکزِ علم کے چار پہلو ہیں:

① الجامعة　② الإسلامية　③ العالمية　④ في باكستان

ان میں سے ہر پہلو کی مخصوص دلالت اور خاص معنویت ہے:

◉ کلمہ الجامعة صرف عمارت اور دیواروں کا نام نہیں بلکہ یہ دراصل ان صلاحیتوں اور شرعی مہارتوں کی نمائندگی کرتا ہے جس کی بنا پر ہی اہل علم وفضل کی ایک جماعت تعلیم وتربیت اور دعوت کے میدانوں میں اپنی کوششیں مؤثر ومفید بنا رہے ہیں۔ ہم اُنہیں ایسا ہی سمجھتے ہیں اور اللہ سے بڑھ کر باخبر ہونے کا ہمیں کوئی اِدعا نہیں۔

◉ الإسلامية یہ ایک وسیع وعریض دائرہ اور بہت بڑا سائبان ہے جس کے درمیان یہ جامعہ اپنے اسلامی نظریات اور افکار کو لے کر رواں دواں ہے۔ جب ہم 'اسلامی نظریہ' کا لفظ

www.KitaboSunnat.com

بولتے ہیں تو یہ لفظ اپنی ہمہ گیری کی بدولت علوم ومعارف کی مختلف انواع واقسام پر حاوی ہو جاتا ہے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ عقیدہ، شریعت اور عربی زبان وادب کے علوم کی تعلیم وتدریس میں اور اُمت کو اس کی علمی اساس سے مربوط کرنے اور اس کو علم وعرفان کا آبِ شیریں فراہم کرنے میں اس جامعہ کا بڑا حصہ ہے۔

اس جامعہ نے اسلام، اسلامی علوم و معارف اور ثقافتِ اسلامیہ کی ترویج وترقی کی سالہا سال سے خدمت کی ہے اور اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے جس فضل وکرم پر ہم اللہ کے شکرگزار ہیں۔ یہ جامعہ اس میدان میں آئندہ بھی اپنی خدمات پیش کرتی اور اپنے ثمرات سے نوازتی رہے گی اور مسلمان نسل اس جامعہ سے فیض یاب ہوتی رہے گی۔ اسلام کے سائبان تلے اس جامعہ کی یہ کوشش قابل ذکر اور لائق شکر ہے۔ البتہ ضروری ہے کہ ایسے اقدامات سے کلی گریز کیا جائے جو کسی بھی اعتبار سے اس دین اور شریعت کے امتیازات کو داغ دار کرتے ہوں۔

یہاں یہ بات انتہائی اہم ہے کہ ہم اس امر کا عزم کرلیں کہ وہ علوم جو اس جامعہ میں پڑھے یا پڑھائے جاتے ہیں، ان کے لئے اس جامعہ کی تمام تر کاوشیں اس شریعتِ اسلامیہ کی بنیادوں پر مرتکز ومنحصر ہوجائیں جن نمایاں خصائص، امتیازات اور علامتوں کی بنا پر یہ شریعت دنیا بھر میں پہچانی جاتی ہے۔ ان خصائص میں سب سے اہم امر اس اُمت کا اتحاد ہے۔ اس جامعہ میں خدمات انجام دینے والے حضرات خواہ وہ ادارتی اُمور سے منسلک ہوں یا طلبا و مدرّسین ہوں، اُنہیں اسی بہترین اور متوازن اسلامی منہج کو اختیار کرنا چاہئے جو علاقائی تعصب، قوم پرستی، مسلک پروری، افتراق اور تمام تر اختلافات سے بلندتر ہے۔ ہمیں اِن علوم ومعارف کے ذریعے ہی اسلام کی وحدت اور مسلمانوں میں باہمی اتحاد قائم کرنا ہے۔

آج کے دور میں ہم مستشرقین، مستغربین اور محدود ومتعین نقطہ نظر رکھنے والے تنگ نظر لوگوں کی طرف سے جن پر مغربی تہذیب وتمدن کا بھوت سوار ہے، بہت سے چیلنجز اور مخالفتوں کا سامنا کررہے ہیں۔ جبکہ اللہ کا دین انتہا پسندوں کے غلو اور سردمہروں کی جفا (سرد مہری) کے بین بین ہے۔ ہم اس جامعہ سے اس کے سوا کوئی توقع نہیں کرتے کہ وہ صحیح، اسلامی خطوط پر استوار ہو۔ یہاں اصل شرعی علوم اور عربی زبان کو مستحکم بنانیوالے علوم (آلیہ)

پر بھرپور توجہ دی جائے۔ یہ بھی واضح رہے کہ اسلام جدید علوم و معارف کے فوائد و ثمرات سے کبھی بھی محروم نہیں رہا۔ اس لئے اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ یہ جامعہ یا دیگر جامعات عصری علوم کو بھی سکھائیں مثلاً کمپیوٹر، علومِ ترجمہ یا دیگر زبانوں کے حصول کا علم، کیونکہ ہم اسلام کے بین الاقوامی پیغام کے علم بردار ہیں اور یہ یہ ہماری اسلامی ذمہ داری ہے جیسا کہ اس آخری پہلو کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

◉ اس جامعہ کا یہ پہلو العالمية بہت ہی اہم ہے کیونکہ اس یونیورسٹی کا پیغام کسی علاقے یا ریاست تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کا مشن تو اسلام کے عظیم پیغام سے مُستنیر ہوتے ہوئے ایک بین الاقوامی پیغام بن جاتا ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ (الانبیاء:۱۰۷)

''ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔''

﴿وَمَا اَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ مُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا﴾ (سبا:۲۸)

''ہم نے آپ ﷺ کو تمام لوگوں کے لیے خوشخبری دینے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔''

﴿قُلْ يٰاَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾ (الاعراف:۱۵۸)

''آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔''

اسلام ایک عالمگیر پیغام ہے اور آج ہمیں 'عالمگیریت' کے چیلنجز کا سامنا ہے جس کے بارے میں اکثر دشمنانِ اسلام حتیٰ کہ بعض مسلمان بھی سرگوشیاں کرتے پائے جاتے ہیں اور ان کے بارے میں باہم متضاد نقطہ ہائے نظر رکھتے ہیں۔ اگر دنیا کو اپنی گلوبلائزیشن پر فخر اور ناز ہو تو ہمیں بھی اپنی حقیقی عالمگیریت پر فخر ہے۔ ہم ہی حقیقی معنوں میں عالمگیر اُمت ہیں۔ ہم ہی وہ ملت ہیں جن کی تہذیب و ثقافت دنیا کے کونے کونے میں جلوہ افروز ہے:

شاعرِ پاکستان علامہ محمد اقبالؒ نے کیا خوب کہا: (ہر خوبی اور کمال تو اللہ ہی کے لئے ہے)

بِمَعَابد الإفرنج كان اذاننا قبل الكتائب يَفتَحُ الأمصارا
كنا جِبَالا في الجبال وَ رُبَّمَا صِرنا على مَتْنِ البِحار بحارًا
لم تنسأ أفريقيا ولا صحراء ها سَجَدَاتِنا والحرب تَقْذِفُ نارا

www.KitaboSunnat.com

كنا نُقَدِّم لِلإسلام دماء نا لم نَخْشَ يَومًا طاغيًا جبَّارًا
ندعو جِهَارًا لا إله سوٰى الذي صَنَعَ الْوُجود وَ قَدَّرَ الأقدارا☆

''انگلستان کے گرجوں/ چرچوں میں ہماری اذانیں ہمارے لشکروں کے حملوں سے پہلے ہی اُنہیں فتح کر لیتی تھی۔ ہم پہاڑ کے اوپر پہاڑ تھے اور بسا اوقات ہم سمندر کی پشت پر سمندر بن جاتے تھے۔ افریقہ اور اس کے صحرا اور وہاں شعلے اُگلتی جنگیں، ہمارے سجدوں کو آج تک نہیں بھولیں۔ ہم اسلام کی خاطر اپنے خون پیش کرتے تھے اور کسی سرکش اور جابر سلطان سے ہرگز نہ ڈرتے تھے۔ اور ہم بآوازِ بلند کہتے تھے کہ ہمارا ربّ وہی ہے جس نے کائنات کو پیدا کیا اور ہر ایک کا مقدر لکھا، اس کے علاوہ ہمارا کوئی معبود نہیں ہے۔''

اسلام کی یہی وہ عالمگیریت ہے جس کی ہمیں جستجو کرنا اور اس کی آغوش میں آنا چاہیے۔ اور عجمیت، عربیت، علاقائیت اور وطنیت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہئے۔ آیئے ان آیاتِ مبارکہ کو سنیں۔ قرآنِ مجید میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ﴾ (الحجرات:۱۳)

''اے لوگو! یقیناً ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور ہم نے تمہارے مختلف خاندان اور قبائل بنائے تاکہ تم آپس میں پہچان کرسکو۔ بلا شبہ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔'' فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

«أيها الناس كلكم لآدم وآدم من تراب، ألا لا فضل لعربي على أعجمي

☆ علامہ اقبال کے جن اشعار کا آزاد عربی ترجمہ پیش کیا گیا ہے، ان کے اصل الفاظ یہ ہیں:

تھے ہم ہی اِک ترے معرکہ آراؤں میں
خشکیوں میں کبھی لڑتے، کبھی دریاؤں میں
دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں
شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہانداروں کی
کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی

(کلیاتِ اقبال: صفحہ نمبر ۱۹۱)

www.KitaboSunnat.com

ولا لعجمي علی عربي ولا لأحمر علی أسود إلا بالتقوٰی» (احمد:۲۲۳۹۱)

''اے لوگو! تم سب کے سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے۔ سنو! کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں، نہ ہی عجمی کو عربی پر اور نہ ہی سرخ کو سیاہ پر، ماسوائے تقویٰ کے۔''

یہ عالمگیر نظر ہی وہ اُسلوبِ فکر ہے جسے ہمیں عملی جامہ پہنانا ہے، یہ نہ تو خیالی باتیں ہیں اور نہ ہی مثالیت پسندی بلکہ یہ وہ سچے حقائق ہیں جن سے ہمیں آراستہ ہونا چاہیے اور جنہیں ملحوظِ خاطر رکھتے ان کی روشنی میں اپنی زندگی گزارنا چاہیے۔

یہی وہ چیلنج ہیں جن کا سامنا کرنے کے لئے ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے محکم اُمور میں کسی قسم کی افراط وتفریط کا شکار نہ ہوں اور جدیدیت ہمارے سرچشمہ کو کسی طور متاثر نہ کرے جس کا واحد اور کامل طریقہ ایک ہی ہے کہ جدیدیت ان شریعت کی اساسات اور عقیدہ کے محکم اُصولوں کی خادم بن جائے جو ہمارے لیے باعثِ شرف وافتخار ہیں۔ ہمیں کسی ایسے نشانِ امتیاز اور علامت کی کوئی حاجت نہیں جنہیں بہت سے ذرائع ابلاغ، مختلف تحریکیں اور متنوع رجحانات کے حامل لوگ وغیرہ گنگناتے رہتے ہیں۔ ہمارا امتیازی نشان صرف ایک ہے اور وہ ہے: 'اسلام' یعنی کتاب وسنت۔ ہمیں تمام علوم ومعارف اور جدید وسائل کو اسی اصل عظیم کی خدمت میں لگانا ہوگا جو جدید وسائل بحمد للہ ہمیں دستیاب ہیں۔ ہمیں ان سے بھرپور استفادہ کرنا ہوگا اور اس عظیم الشان دین کی خدمت، عالمگیر رسالت کی تبلیغ واشاعت اور دنیا کو اسلامی تہذیب وتمدن پیش کرنے کے لئے استعمال کرنا ہوگا۔ پھر ہم اُنہیں کہیں گے کہ یہ ہے ہمارا (حقیقی) دین 'اسلام' جسے دہشت گردی کے الزام، غلو، شخصیت پرستی اور شکست خوردگی سے آلودہ کردیا گیا تھا۔ ہم پر لازم ہے کہ ان بہترین، اور اعتدال پر مبنی خطوط کو یقینی بنائیں جن کی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ نے رہنمائی کی ہو اور جس کی اس اُمت کے سلف صالحینؒ کے منہج سے تائید ملتی ہو۔

جہاں تک اس دین کے کینہ پرور حاسد لوگوں کی جانب سے اس جامعہ یا دیگر جامعات ومدارس پر علمی، رفاہی اور دعوتی حملوں کی بات ہے تو اس میں کوئی شک نہیں ـــــ اور تمام تعریفیں اللہ کو ہی لائق ہیں ـــــ کہ یہ دراصل ہماری کارکردگی کا اعتراف اور اس جامعہ و دیگر

جامعات کی دنیا بھر میں پھیلی ہوئی اثر انگیزی کے قطعی دلائل و براہین ہیں۔

کبھی زمین تو سرسبز وشاداب ہوتی ہے لیکن اس میں نقصان کے ماسوا کچھ ہاتھ نہیں آتا جو نہ تو اس اُمت کے لیے تاثیر بخش ہوتا ہے اور نہ فائدہ مند۔ایسا عمل نظروں سے دور اور ناکام و نامراد ہوجاتا ہے جبکہ جس مشن کے ذریعے بھلائی کا فروغ، تعلیم وتعلّم اور دعوت و اصلاح کے میدان میں زندہ وپائندہ نقوش ثبت ہوجاتے ہیں تو راہ میں آنے والے مصائب یا رکاوٹیں اسے کبھی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ بزبانِ شاعر

وإذا أتَتْك مُذَمَّتِي من حَاقِد فَهِي الشهادة لِيْ بِأني كَامل

''جب تمہیں کسی کینہ پرور کی طرف سے میری مذمت سنائی دے تو یہ اس بات کی شہادت ہے کہ میں خوبی وکمال سے آراستہ ہوں۔''

لہٰذا اس جامعہ اور اس کے ذمہ داران پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ یہ اُن اُصولوں اور ضابطوں کو مدنظر رکھیں جن کی خاطر اس عظیم یونیورسٹی کی بنیاد رکھی گئی ہے اور ان مقاصد کو پورا کریں جو اس کی بنیاد رکھتے ہوئے سامنے رکھے گئے تھے۔اس میں نہ تو کوئی تبدیلی نہ کی جائے بلکہ ان راستوں سے انحراف کو ناممکن بنا دیا جائے جو اس کی بنیاد کے وقت پیش نظر تھے اور اس کی کشتی کا رخ اس سمت کی طرف ہرگز نہ موڑا جائے جو اس کے اہداف یعنی بین الاقوامی سطح پر اسلام کی خدمت اور شرعِ حنیف کے سائبان کے نیچے علوم ومعارف کی نشر واشاعت سے متعلق نہ ہوں۔

علاوہ ازیں ایسے وقیع علوم وفنون کا اہتمام کرنا بھی ضروری ہے جن کی فی زمانہ بہت زیادہ ضرورت ہے۔انسان اپنے زمانے کا فرزند ہے، وہ اپنے ماحول سے لاتعلق نہیں رہ سکتا کہ وہ خود کھڑا رہے یا پیچھے رہ جائے اور زمانہ پیش قدمی کرتا رہے۔ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اس ترقی اور تمدن کے ساتھ ساتھ رہیں لیکن سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہم اسے اپنے دین اور عقیدے کی خدمت میں لگا دیں اور ان اقدامات سے مکمل اجتناب کریں جو ہماری عظمت کے میناروں کو اُکھاڑ دیں، اُنہیں جھکا دیں یا اُنہیں ملیا میٹ کردیں۔لہٰذا ہمیں چاہیے اس بہترین اور معتدل منہج پر متحد ہوجائیں جو اس برحق منہج کے مخالف نظریات کے درمیان سربلند نظر آرہا ہے۔

برادرانِ اسلام! سعودی عرب میں آپ کے بھائی، حکومتی اور عوامی سطح پر اس جامعہ سے

www.KitaboSunnat.com

گہری محبت رکھتے ہیں اور ان تمام سرگرمیوں، دائرہ ہائے عمل، خیر کے میدانوں اور ان کوششوں کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں جنہیں یہ جامعہ نہ صرف اہل پاکستان بلکہ تمام اسلامی دنیا کے لیے پیش کرتا ہے۔ وہ بات جو رئیس الجامعہ نے اپنے خطاب میں کہی ہے، مجھے بہت محبوب ہے کہ اس جامعہ نے اپنے دروازے تمام مسلمان بھائیوں کے لیے کھول رکھے ہیں حتیٰ کہ چین اور دیگر ممالک کے طلبہ کے لیے بھی۔ تمام تعریفیں اور احسانات اللہ ربّ العٰلمین کے لیے ہیں۔

یہ جامعہ اسلامیہ اپنے اندر مختلف قومیتوں اور زبانوں سے تعلق رکھنے والے طلبا کو سموے ہوئے ہے تاکہ وہ علوم ومعارف کے میٹھے سرچشمے سے سیراب ہو جائیں۔ پھر وہ داعی الی اللہ بن کر اپنے ملکوں میں واپس چلے جائیں۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾ (التوبہ:۱۲۲)

''ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ سے ایک جماعت نکلتی جو دین میں فقاہت حاصل کرتے اور پھر جب وہ واپس اپنی قوم کے پاس جاتے تو اُنہیں (عذابِ الٰہی) سے ڈراتے تاکہ وہ بچ جاتے۔''

مملکتِ سعودی عرب کے لیے یہ بات باعثِ صد افتخار ہے کہ وہ نیک کاموں میں اشتراک اور تعاون کرنے والوں کے شاملِ حال رہتی ہے۔ اس نے ماضی میں بھی اس جامعہ کے ساتھ تعاون کیا ہے اور آئندہ بھی جامعہ کو یہ تعاون حاصل رہے گا جس پر اللہ ہی کی تعریف اور اس کا احسان ہے۔ جہاں تک ذاتی طور پر میرا تعلق ہے تو اگر شخصی طور پر بھی مجھے اس جامعہ کے لئے بات کرنا پڑی تو میں اس جامعہ کا خادم ہوں گا اور کسی بھی قسم کے تعاون یا اس جامعہ کے لئے کسی بھی نوعیت کے رابطے کے لیے مستعد ہوں۔ اور اس امر کے لیے بھی آمادہ ہوں کہ اس جامعہ کی ضروریات مملکتِ سعودی عرب میں ذمہ داران، علماے عظام اور سعودی عرب کی یونیورسٹیوں تک پہنچاؤں اور میرے لیے قیادت پر فائز شخصیات اور علما کے پاس اس جامعہ کا سفیر بن کر جانا باعثِ سعادت ہوگا۔ اس سے میرا مقصود خیر کے کام میں تعاون کے سوا اور کچھ نہیں۔ ہم سب کو بھی چاہیے کہ ہم بقدرِ استطاعت اس دین حقہ کی اشاعت اور علوم ومعارف کی خدمت کے لیے اپنی کوششیں صرف کر دیں اور دنیا کے ہر میدان میں خیر کے امکانات کو

www.KitaboSunnat.com

تلاش کریں اور تعلیم کے میدان میں دَر آنے والی طلبا کی مشکلات کو دور کریں۔

آپ سب اَحباب کا بہت شکریہ! اس قدر طویل گفتگو پر معذرت چاہتا ہوں اور ربّ ذوالجلال کے حضور شکرگزار ہوں۔ یہ بہت بڑا ہی عظیم موقعہ تھا کہ مجھے اپنے بھائیوں، دوستوں سے اس جامعہ میں ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور میں پہلے اور اب بھی اس جامعہ کا دلی ہمدرد اور خیر خواہ ہوں اور دنیا بھر کے مسلمان طلبا کے لیے اس جامعہ کے نفع بخش، عالمگیر اثرات اور اس کے مختلف تعلیمی پروگرام میرے لیے بہت ہی مسرت کا باعث ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس جامعہ کو قائم رکھے اور ان چہروں کو تروتازہ بنائے۔ان محنتوں میں برکت عطا فرمائے اور ہماری خطائیں مٹا دے۔ ہم سب کے لیے یہ باعثِ شرف ہے کہ ہم ایسی نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کا تعاون کرتے رہیں جس میں اسلام اور مسلمانوں کی بھلائی ہے۔

آخر میں جناب رئیس الجامعہ، تمام رفقاے کار اور معزز بہنوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس وقت مجھے اپنے ساتھ گفتگو کرنے کا موقع فراہم کیا۔اس جامعہ کے پروگرام میں معمولی کوتاہی ہوئی یا کل جو کم وبیش وعدہ خلافی ہوئی، اس پر میں معذرت خواہ ہوں۔کل میں اسلام آباد میں ہی موجود تھا لیکن مجھے معلوم نہیں کہ کثرتِ پروگرام کی وجہ سے مجھے کس جانب رخ کرنا پڑے۔ وہ لاکھوں لوگ جنہوں نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی، اور ان کی محبتوں کا جہاز مجھے ایسی جگہ لے پہنچتا ہے جہاں پہنچنا میرے گمان میں بھی نہیں ہوتا۔ بقولِ شاعر

تَجْري الرياح بما لا يَشْتَهِي السُّفُنُ أو بما لا يَشْتَهِيْ السَّفِنُ

''ہوائیں جہازوں یا جہاز رانوں کو ایسی جگہ لے جاتی ہیں جہاں وہ جانا نہیں چاہتے۔''

ہوٹل میں قیام کے دوران ہی مجھے معلوم نہیں ہوتا کہ دوسرا پروگرام آجاتا ہے۔ وگرنہ میں تو اس ملاقات کا خود بھی بڑا مشتاق تھا۔اسی لیے مجھے خیال آیا کہ میں آپ کے سامنے معذرت پیش کروں اور میں آپ اور وہ جو آپ کے سامنے سٹیج پر موجود ہیں، ان کے ساتھ محبت اور اس جامعہ کے خادم ہونے کے اعتبار سے تجدیدِ ملاقات کروں اور اسی طرح ہر اس شخص سے بھی جسے اسلام اور مسلمان اہمیت دیتے ہیں۔آئندہ بھی یہ ملاقاتیں ہوتی رہیں گی اور یہ کوئی احسان نہیں بلکہ اس دین کی طرف سے ہمارا فرض، ذمہ داری اور میرے منصب کا دینی تقاضا ہے۔

آپ سب کا بہت شکریہ! والسلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

www.KitaboSunnat.com

صداے حرم

ترجمہ: کامران طاہر
معاون ماہنامہ 'محدث' لاہور

اسلام کا پیغام امن اور مسلم اُمہ میں اتحاد

امامِ کعبه کا پیغام ؛ اهالیانِ لاهور کے نام

الحمد لله رب العٰلمين وأصلّي وأسَلّم على أشرف الأنبياء والمرسلين سيدنا ونبينا محمَّد بن عبد الله وعلى آله وأصحابه ومن دعا بدعوته واهتدٰى بهداه ...... السلام عليكم ورحمة الله و بركاته

ہر قسم کی تعریف اللہ ربّ العالمین کو سزاوار ہے۔ اور درود وسلام ہو اَشرف الانبیا والمرسلین ہمارے آقا اور نبی محمد بن عبداللہ ﷺ پر، ان کی آلؓ واصحابؓ پر اوران تمام لوگوں پر جنہوں نے آپ ﷺ کی دعوت کو قبول کیا اور آپؐ کے راستے کی پیروی کی۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

عزیز بھائیو! آج کی روشن رات کی مناسبت اس طرح ہے جس طرح چمکتے ہوئے ستارے کا ظلمتِ شب سے گرم جوشی سے بغل گیر ہونا۔ میرے لئے خوشی کی بات ہے کہ آج میں مملکتِ خداداد پاکستان کی زرخیز سرزمین پر ایک مبارک انبوہِ عظیم سے ملاقات کررہا ہوں۔ میں حکومتِ پاکستان، پاکستانی عوام اور ان سب بھائیوں کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس ملاقات کا اہتمام کیا۔ میں ان کے لئے دعا گو ہوں اور ان کی اس مبارک کاوش پر خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں۔ یہ امر میرے لئے باعثِ مسرت ہے کہ میں پاکستانی عوام کو خادم الحرمین الشریفین عبداللہ بن عبدالعزیز وفّقه الله ونصر به دينه کا محبت اور عقیدت بھرا سلام پیش کروں جو اپنے دل میں پاکستانی عوام کے لئے محبت کے جذبات رکھتے اور اُنہیں بہت قدر واہمیت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

مسلمان بھائیو! آج ایک ایسا عظیم دن ہے جس میں نیک توقعات اور عمل وکردار کے خوبصورت جذبات یکجا ہوگئے ہیں۔ آپ کی اسلام سے والہانہ محبت، سرزمین حرمین شریفین، مکہ مکرمہ، کعبۃ اللہ اور مسجدِ نبوی سے گہری عقیدت کوئی نامانوس اور اجنبی چیز نہیں ہے۔ کیونکہ

www.KitaboSunnat.com

پاکستانی عوام کا علماے اسلام اور قبلہ اسلام کے بارے میں طرزِ عمل اور گہری عقیدت ومحبت سب پر عیاں ہے جس کا میں بھی دلی طور پر معترف اور قدردان ہوں۔

میں آپ کو کعبۃ اللہ اور مسجدِ نبویؐ کے جوار سے خوشبو سے مہکتے ہوئے سلام اور بہترین کلمات کا تحفہ پیش کرتا ہوں۔ میرے الفاظ ان جذبات کی ترجمانی سے قاصر ہیں جن کے ذریعے آپ بھائیوں کے اس عظیم اجتماع اور مخلصانہ محبت کا میں اعتراف کرسکوں۔

دینی بھائیو! اللہ عزوجل کا ہم پر یہ بہت بڑا احسان اور انعام ہے کہ اس نے ہمیں اسلام کی ہدایت نصیب فرمائی اور یقیناً یہ بہت بڑی سعادت ہے جس پر ہمیں اس کا شکر گزار ہونا چاہئے۔ پاکستان عالم اسلام میں عظیم الشان مقام کا حامل ہے، پاکستان کا وجود اسلام کا مرہونِ منت ہے اور یہ ملک اپنے روزِ قیام سے ہی نفاذِ شریعت اور امن وسلامتی کے حصول کے لئے سرگرم ہے، کیونکہ اسی عظیم مقصد کو پانے کے لئے پاکستان نے اپنے فرزندوں کی قربانیاں، اپنا مال ودولت اور ہمہ نوعیت کی صلاحیتوں کو پیش کیا تھا۔

اس سلسلہ میں حسبِ ذیل اُمور ہمارے پیش نظر رہنے چاہئیں:

① پہلی بات تو یہ ہے کہ حقیقی اسلام صرف اور صرف کتاب وسنت، عقیدہ صحیحہ اور راسخ ایمان سے ہی حاصل ہوسکتا ہے۔'توحید' اللہ کا اپنے بندوں پر حق کا نام ہے کہ وہ اس کی وحدانیت کا اقرار کریں۔ اس نے ہمیں صرف اپنی عبادت واطاعت، دین کی پابندی، اپنے احکام کی پاسداری اور نواہی سے اجتناب کے لئے پیدا کیا ہے۔

② اس امر کی ضرورت ہے کہ اسلام کو کتاب وسنت سے توازن واعتدال کے ساتھ سمجھا جائے اور غلو، تشدد اور شخصیت پرستی کی تمام راہوں سے کنارہ کشی اختیار کی جائے۔

③ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہمارے لئے ہر لحاظ سے نمونہ واُسوہ ہے جس کی مسلمانوں کو ہر حال میں اتباع کرنی چاہئے۔

④ عالم اسلام کا اتحاد اور مسلمانوں کے دلوں کا باہم مل جانا اُمت کا ایسا اہم ترین معاملہ ہے جس کی ہر ممکنہ کوشش ہونی چاہئے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ﴾ (الانبیاء:۹۲)

www.KitaboSunnat.com

''بے شک یہ تمہاری اُمت حقیقت میں ایک ہی اُمت ہے اور میں تمہارا ربّ ہوں، تم میری ہی عبادت کرو۔''

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ (الحجرات:۱۰) ''مؤمن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔''

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ (آلِ عمران:۱۰۳)

''سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔''

اسلام میں گروہ بندی، لسانی و علاقائی نعروں اور کسی امتیازی بنیاد پر افتراق و انتشار کی کوئی گنجائش نہیں، اللہ کے ہاں قربت کا معیار صرف ایک ہے اور وہ ہے:

﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ اَتْقٰكُمْ﴾ (الحجرات:۱۳)

''اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیز گار ہے۔''

⑤ اے **میرے بھائیو!** دینِ اسلام تعمیر کا علمبردار ہے، تخریب کا نہیں؛ وہ آباد کرتا ہے، ویرانیوں کا خوگر نہیں؛ باہم متحد ہونے کا درس دیتا ہے، تفریق کا نہیں۔ وہ تمام مسلمانوں کو ایک نعرے پر اکٹھے اور یک جان ہوجانے کا پرزور داعی ہے، چاہے ان کے وطن اور علاقے کتنے ہی دور ہوں اور ان کی زبانیں کتنی مختلف ہوں۔ اللہ سے ڈر جاؤ، اسلام کا صحیح فہم اپنانے کی کوشش کرو اور اسلام کی رسی کو مضبوطی سے تھام رکھو اور اس پر جمع ہو جاؤ۔

⑥ اس دور میں مسلم اُمہ کا نفع بخش علوم میں ترقی کرنا ازبس ضروری ہے، چاہے وہ علومِ شرعیہ ہوں یا دورِ حاضر کے دیگر مفید علوم تاکہ اُمتِ مسلمہ ...... جو ہمیشہ سے میدانِ علم کی قائد رہی ہے ...... اپنے آپ سے جہالت ولاعلمی اور اَغیار کی دست نگری کا طعن مٹا سکے۔

⑦ مسلمان بھائیو! اُمتِ مسلمہ اور اس کے نبی محمد ﷺ کا مقصدِ بعثت یہ ہے کہ وہ اخلاقِ حسنہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیں۔ چنانچہ ان بلند اخلاق، عاداتِ کریمہ اور خصائلِ حمیدہ سے ہر مسلمان کو آراستہ ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے خلق کریم کی شہادت ان الفاظ میں دی ہے: ﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ (القلم:۴)

''اور بے شک آپ اخلاق کے بلند مرتبہ پر فائز ہیں۔''

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ

www.KitaboSunnat.com

حَوْلِكَ﴾ (آلِ عمران:۱۵۹)

''(اے نبیؐ) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ آپ ان لوگوں کے لیے بہت نرم مزاج ہیں، اگر آپ تند خو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب لوگ آپ کے پاس سے دور بھاگ جاتے۔''

⑧ عزیزانِ گرامی! اے عظیم مملکت 'پاکستان' کی عوام! اے اسلام کی بدولت عزت پانے والی قوم! قبلۂ اسلام اور حرمین شریفین سے والہانہ محبت کے حوالے سے اس دن کو یادگار بنانے والو! وقت کا شدید تقاضا ہے کہ ہم اسلامی ممالک کے خلاف ہونے والی گھناؤنی سازشوں اور ان کو درپیش خطرناک چیلنجز کا ادراک کریں۔ اور گہرے غور وفکر اور ہوشمندی کے بعد انتہائی محتاط لائحۂ عمل تشکیل دیں تاکہ پوری اُمتِ مسلمہ مجتمع ومتحد ہو جائے اور اُمت کے دشمنوں کو اس کے فرزندوں کی سرزمین پر کوئی جگہ نہ مل سکے۔ حاشا اللہ من ذلک

ہمیں اسلام اور اُمتِ مسلمہ پر مختلف محاذوں سے ہونے والے حملوں سے پوری طرح باخبر رہنا ہوگا۔ اور مسلمانوں کو باہم متحد ویکجان رکھنے اور افتراق وانقسام سے بچانے کے لئے ہر ممکنہ اقدام بروئے کار لانا ہوں گے، قرآنِ کریم ہمیں یہی تعلیم دیتا ہے:

﴿وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾

''آپس میں جھگڑو نہیں ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی۔ صبر کا دامن تھام رکھو، یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' (الانفال:۴۶)

⑨ قوم، ملک اور انسانوں کا امن وامان اور معاشروں کا استحکام ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ ہمیں اپنی آنکھیں کھلی رکھنا ہوں گی۔ اُمتِ مسلمہ کے ہر فرد کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے ملک اور معاشرے میں امن کا داعی بن جائے۔ تشدد، تخریب کاری اور ناحق خون بہانے کی بجائے معاشرہ کے جان ومال کا محافظ اور تعمیر وترقی کا علمبردار بنے اور معاشرے میں ایک سود مند عضو کی حیثیت سے زندگی بسر کرے۔ وہ اپنے معاشرے کا ایسا کارآمد پرزہ بن جائے کہ معاشرے میں سیاسی، اقتصادی اور دینی استحکام اس کا اوّلین نصب العین ٹھہرے۔

یاد رکھو! دینِ اسلام امن واستحکام کا داعی ہے۔ وہ مکالمہ، متانت، نرمی اور باہم خیر خواہی کی تلقین کرتا ہے۔ ملتِ اسلامیہ کو ایسے فتنہ پرداز گروہوں اور ایسے نعروں سے بچنا چاہئے

www.KitaboSunnat.com

جو اس کی قوت اور اتحاد کو پارہ پارہ کرنے اور ان کی اجتماعیت کی رسی کو کاٹ دینے کا موجب بنیں۔

برادرانِ اسلام! اُمت کو درپیش مسائل کا ادراک کرو۔ تمام مسلم اقوام بالعموم اور پاکستانی قوم بالخصوص دینی، سیاسی اور اقتصادی میدان میں اپنی ایک حیثیت رکھتی ہیں۔ تاریخ میں ان کا ایک خاص مقام ہے اور ان کی ازلی جڑوں کو ہلانا اور اُنہیں حقیر سمجھنا کسی طور ممکن نہیں۔ یہی ایک عظیم مناسبت ہے جو دنیا کے تمام مسائل میں مسلم اُمہ کے کردار کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔ لہٰذا اے بھائیو! مثبت سرگرمیاں اختیار کرو اور منفی سرگرمیوں سے بچو۔ سنجیدگی، نرمی، نظم نسق اور اخلاقِ حسنہ سے اپنے وجود کو آراستہ کرو۔ کسی بھی مہم میں شعور وادراک کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو۔ جو کچھ آپ نے اپنے جذبات کے اظہار کے لئے کیا، وہ حقیقت ہے کیونکہ آپ کی اسلام سے محبت اور مسلمانوں کے قبلہ سے لگاؤ سے ہم نا آشنا نہیں ہیں۔

بھائیو! ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے معاشرے کی ترقی کے لئے سرگرم ہو جائیں۔ کوئی بھی قوم امن و استحکام کے بغیر اقتصادی ترقی نہیں کر سکتی۔ تمہاری قوت تمہاری وحدت میں مضمر ہے اور تمام تر سعادتیں تمہارے استحکام میں پنہاں ہیں اور استحکام صرف عقیدہ، ایمان اور اس اسلامی معاشرے سے محبت ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اس کے برعکس جب بدامنی اور مقابلہ بازی کی فضا ہو تو قوموں کے لئے تعمیری، اقتصادی اور بہتری کا کوئی کام کرنا ممکن نہیں رہتا۔ اس لئے ہم میں ہر ایک کو امن کا داعی اور معاشرے کا کارآمد پرزہ بننے کی ضرورت ہے۔

⑩ بھائیو! یقیناً ہم سب کے لئے یہ ملاقات بہت محبوب اور ایک عظیم تاریخی حیثیت رکھتی ہے اور اس شام کی یہ مبارک گھڑیاں ہمارے ذہنوں سے کبھی محو نہیں ہو سکتیں۔ اور ان یادوں میں سعودی عرب میں رہنے والے تمہارے بھائی بھی شامل ہیں جو تمہاری خوشیوں، غموں اور دیگر مشکلات میں ہر طرح تمہارے ساتھ رہنے کے متمنی رہتے ہیں۔ یہ ملاقات ایک مثال اور نمونہ ہے، وگرنہ خادمِ حرمینِ شریفین اور حکومتِ سعودی عرب میں اپنے مسلمان

www.KitaboSunnat.com

بھائیوں کی خیر خواہی کے کئی پروگرام اکثر وبیشتر زیرِ غور رہتے ہیں۔

توجہ فرمایئے! ہم عظیم مملکتِ خداداد 'پاکستان' سے دلی محبت رکھتے ہیں۔ یقیناً یہ جذبات، ایمان اور شفقت واپنائیت کے احساسات سے لبریز ہیں جو اللہ کے حکم سے ہم سب کے ذہنوں سے کبھی بھی محو نہیں ہوسکتے، نہ ہی تاریخ کے اَوراق سے اُنہیں مٹایا جاسکتا ہے۔ لیکن اہم کام یہ ہے کہ ان خوبصورت جذبات کے بعد عملی اقدامات کئے جائیں، اور ہم خود اپنے آپ سے عہد کریں کہ آپس میں اُخوت وتعاون کے معاہدے کریں گے۔ آپس میں متفق ومتحد رہیں گے، اور ہم ہر قسم کے تشدد اور تخریب کاری سے اجتناب کریں گے۔ اپنے ملکوں کی سلامتی کے محافظ اور باشندوں کے استحکام کے داعی بنیں گے۔ اپنے معاشروں کی ترقی، خیر کی تلاش اور معاشروں سے شر کا خاتمہ کرنے کے لئے عملی اقدام کریں گے۔ ہمیں آپ سے انہی اقدامات کی اُمید ہے اور ہمارا آپ سے یہی حسن ظن ہے۔ اللہ کے فضل سے آپ اپنے کندھوں پر اس عظیم ذمہ داری کا بار اُٹھانے کے قابل ہیں۔ ہم سب آپ کو ان مبارک اقدامات پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اور یہ ملاقاتیں عظیم اسلامی مناسبتیں ہیں، آپ کے جذبات ہمارے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہیں گے:

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ﴾ (یونس:۵۸)

''اے نبی کہہ دیجئے کہ لوگوں کو اللہ کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہیے، وہ ان سب چیزوں سے بہتر ہے جنہیں وہ سمیٹ رہے ہیں۔''

أسئل الله لي ولكم التوفيق والسواد وأن تبارك فى جهودكم، اللهم اجمع إخواننا في باكستان وجمع قلوبهم ووحدة صفوفهم، وآخردعوانا أن الحمد لله رب العالمين، وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين، والله أكبر ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين ولكن المنافقين لايعملون، والسلام عليكم ورحمة الله و بركاته

نوٹ: پاکستان میں امام کعبہ کے دیگر خطبات کے اُردو ترجمہ کے لئے آئندہ شمارے کا انتظار فرمائیں۔

www.KitaboSunnat.com

حدیث وسنت

محمد رفیق چودھری

غامدی صاحب کی 'قطعی' فریب کاری

جناب جاویداحمد غامدی صاحب نے دین اسلام کو 'موم کی ناک' بنا رکھا ہے۔ وہ جب چاہتے ہیں دین میں تغیر وتبدل اور ترمیم و تنسیخ کرکے اس کا حلیہ بگاڑنے اور اس کی صورت مسخ کرنے کی مذموم اور ناکام کوشش فرماتے رہتے ہیں۔

مثال کے طور پر وہ 'داڑھی' کو کبھی سنت اور دین کہتے ہیں اور کبھی اسے سنت اور دین سے خارج سمجھتے ہیں۔ اُن کے ہاں ایک وقت میں وضو اور تیمّم سنت اور دین ہوتے ہیں اور دوسرے وقت وہ ان دونوں کو سنت اور دین کے دائرے سے نکال باہر کرتے ہیں۔ وہ کبھی حرمین شریفین کی حرمت کو سنت اور دین قرار دیتے ہیں اور کبھی اسے سنت اوردین سے الگ کردیتے ہیں۔اُن کے ہاں کبھی أشھر حُرُم سنت اور دین ہوتے ہیں اور کبھی سنت اور دین نہیں ہوتے۔کبھی طلاق اُن کے نزدیک سنت اور دین ہے اور کبھی سنت اور دین نہیں ہے۔کبھی سؤر، خون، مردار اور خدا کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیے گئے جانور کی حرمت سنت ہوتی ہے اور کبھی اُسے سنت کے اُمور سے خارج کردیا جاتا ہے۔اور لطف کی بات یہ ہے کہ ہر بار اپنے اس تغیر وتبدل کو وہ پوری قطعیت کے ساتھ سنت اور دین کہتے پھرتے ہیں اور پھر بالکل قطعیت کے ساتھ اُسے سنت اور دین کے اعزاز سے محروم بھی کردیتے ہیں۔ ع

جنابِ شیخ کا نقش قدم یوں بھی ہے اور یوں بھی

❶ غامدی صاحب جون ۱۹۹۱ء میں داڑھی کو سنت مانتے تھے۔ چنانچہ وہ اپنے ایک خط بنام شیر محمد اختر صاحب☆ میں لکھتے ہیں کہ

''......رجم کا معاملہ چونکہ دوسری قسم ہی سے تعلق رکھتا ہے، اس وجہ سے میں نے اس پر بحث

☆ موصوف پاک پتن میں غامدی صاحب کے سکول کے زمانے کے اُستاد تھے۔

www.KitaboSunnat.com

کی اور عام رائے کو ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ ورنہ داڑھی، ختنہ اور اس طرح کی بے شمار دوسری چیزیں، میں سنت کو مستقل بالذات شارع مان کر ہی دین میں شامل قرار دیتا ہوں۔''

(جاوید غامدی صاحب کا خط بنام جناب شیر محمد اختر بحوالہ ماہنامہ اشراق: شمارہ جون ۱۹۹۱ء، ص ۳۲)

❷ اس کے بعد جب مئی ۱۹۹۸ء میں غامدی صاحب نے چالیس (۴۰) اُمور پر مشتمل سنت اور دین کی ایک مکمل اور جامع فہرست مرتب فرمائی تو اس میں داڑھی کو شامل نہیں کیا اور اسے اس فہرست سے غائب کر دیا، لیکن ختنہ کی سنت کو برقرار رکھا اور اسے بیان کر دیا۔ چنانچہ انہوں نے یہ لکھا ہے کہ

''سنت سے ہماری مراد دینِ ابراہیمی کی وہ روایت ہے جسے نبی ﷺ نے اس کی تجدید واصلاح کے بعد اور اس میں بعض اضافوں کے ساتھ، اپنے ماننے والوں میں، دین کی حیثیت سے جاری فرمایا ہے......

اس ذریعے سے جو دین ہمیں ملا ہے، وہ یہ ہے:

① اللہ کا نام لے کر، اور دائیں ہاتھ سے کھانا پینا ② ملاقات کے موقع پر 'السلام علیکم' اور اس کا جواب ③ چھینک آنے پر 'الحمد للہ' اور اس کے جواب میں 'یرحمک اللہ' ④ نومولود کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت ⑤ جانوروں کا تذکیہ ⑥ نکاح ⑦ نکاح کا خطبہ ⑧ مونچھیں پست رکھنا ⑨ زیرناف کے بال مونڈنا ⑩ بغل کے بال صاف کرنا ⑪ لڑکوں کا ختنہ کرنا ⑫ بڑھے ہوئے ناخن کاٹنا ⑬ ناک، منہ اور دانتوں کی صفائی ⑭ استنجا ⑮ غسل جنابت ⑯ میت کا غسل ⑰ تجہیز وتکفین ⑱ تدفین ⑲ وضو ⑳ تیمّم ㉑ اذان ㉒ اقامت ㉓ نماز کے لئے مساجد کا اہتمام ㉔ شب وروز کی پانچ لازمی نمازیں ㉕ نمازِ جمعہ ㉖ نمازِ عیدین ㉗ نمازِ جنازہ ㉘ روزہ ㉙ اعتکاف ㉚ عیدالفطر ㉛ صدقہ عیدالفطر ㉜ زکوٰۃ ㉝ ہدی ㉞ طواف ㉟ حرمین شریفین کی حرمت ㊱ اَشہر حرم ㊲ حج وعمرہ ㊳ عیدالاضحیٰ ㊴ عیدالاضحیٰ کی قربانی ㊵ ایام تشریق میں نمازوں کے بعد تکبیریں۔

سنت یہی ہے اور اس کے بارے میں یہ بالکل قطعی ہے کہ ثبوت کے اعتبار سے اس میں اور قرآن مجید میں کوئی فرق نہیں ہے۔ وہ جس طرح صحابہ کے اجماع اور قولی تواتر سے ملا ہے، یہ اسی طرح ان کے اجماع اور عملی تواتر سے ملی، اور قرآن ہی کی طرح ہر دور میں، اُمت کے

اِجماع سے ثابت قرار پائی ہے۔'' (ماہنامہ اشراق: شمارہ مئی ۱۹۹۸ء، ص ۳۵)

③ اس کے بعد اپریل ۲۰۰۲ء میں غامدی صاحب نے چالیس (۴۰) سنتوں کے اس دین کو صرف ستائیس (۲۷) سنتوں میں تبدیل کر کے اس دین کا ایک نیا ایڈیشن تیار کرلیا:

سنتیں جب گھٹ گئیں تو دین کامل ہوگیا
غامدی کو گوہرِ مقصود حاصل ہوگیا

چنانچہ سنتوں کی ایک اور فہرست جاری فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ

''سنت سے ہماری مراد دین ابراہیمی کی وہ روایت ہے جسے نبی ﷺ نے اس کی تجدید واصلاح کے بعد، اور اس میں بعض اضافوں کے ساتھ، اپنے ماننے والوں میں، دین کی حیثیت سے جاری فرمایا ہے......

اس ذریعے سے جو دین ہمیں ملا ہے، وہ یہ ہے:

① اللہ کا نام لے کر، اور دائیں ہاتھ سے کھانا پینا ② ملاقات کے موقع پر 'السلام علیکم' اور اس کا جواب ③ چھینک آنے پر 'الحمد للہ' اور اس کے جواب میں 'یرحمک اللہ' ④ نومولود کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت ⑤ مونچھیں پست رکھنا ⑥ زیر ناف کے بال مونڈنا ⑦ بغل کے بال صاف کرنا ⑧ لڑکوں کا ختنہ کرنا ⑨ بڑھے ہوئے ناخن کاٹنا ⑩ ناک، منہ اور دانتوں کی صفائی ⑪ استنجا ⑫ حیض و نفاس میں زن و شو کے تعلق سے اجتناب ⑬ حیض ونفاس کے بعد غسل ⑭ غسل جنابت ⑮ میت کا غسل ⑯ تجہیز و تکفین ⑰ تدفین ⑱ عیدالفطر ⑲ عیدالاضحیٰ ⑳ اللہ کا نام لے کر جانوروں کا تذکیہ ㉑ نکاح وطلاق اور ان کے متعلقات ㉒ زکوٰۃ اور اس کے متعلقات ㉓ نماز اور اس کے متعلقات ㉔ روزہ اور صدقۂ فطر ㉕ اعتکاف ㉖ قربانی ㉗ حج وعمرہ اور ان کے متعلقات

سنت یہی ہے اور اس کے بارے میں یہ بالکل قطعی ہے کہ ثبوت کے اعتبار سے اس میں اور قرآن مجید میں کوئی فرق نہیں ہے۔'' (میزان: ص ۱۰، طبع دوم، اپریل ۲۰۰۲ء)

سنت کی اس ترمیم شدہ فہرست پر نظر ڈالی جائے تو صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ اس سے داڑھی تو حسبِ معمول غائب ہے۔ اس کے علاوہ دیگر تیرہ (۱۳) اُمور کو سنت سے خارج کردیا گیا ہے جن میں وضو، تیمم، حرمین شریفین کی حرمت، ہدی، طلاق، اشہر حرم، نمازِ عیدین، نمازِ

www.KitaboSunnat.com

جنازہ، نمازِ جمعہ، نماز کے لئے مساجد کا اہتمام وغیرہ شامل ہیں۔

④ پھر اس کے بعد زمانے نے ایک اور کروٹ لی تو غامدی صاحب نے بھی فروری ۲۰۰۵ء میں سنت کی مزید ترمیم شدہ نئی فہرست جاری کرتے ہوئے لکھا:

''سنت سے ہماری مراد دینِ ابراہیمی کی وہ روایت ہے جسے نبی ﷺ نے اس کی تجدید واصلاح کے بعد، اور اس میں بعض اضافوں کے ساتھ، اپنے ماننے والوں میں، دین کی حیثیت سے جاری فرمایا ہے......

اس ذریعے سے جو دین ہمیں ملا ہے، وہ یہ ہے:

✵ عبادات

① نماز ② زکوٰۃ اور صدقہ فطر

③ روزہ واعتکاف ④ حج وعمرہ

⑤ قربانی اور ایام تشریق کی تکبیریں

✵ معاشرت

① نکاح وطلاق اور ان کے متعلقات ② حیض ونفاس میں زن وشو کے تعلق سے اجتناب

✵ خوردونوش

① سؤر، خون، مردار اور خدا کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کئے گئے جانور کی حرمت

② اللہ کا نام لے کر جانوروں کا تذکیہ

✵ رسوم وآداب

① اللہ کا نام لے کر اور دائیں ہاتھ سے کھانا پینا ② ملاقات کے موقع پر 'السلام علیکم' اور اس کا جواب ③ چھینک آنے پر 'الحمدللہ' اور اس کے جواب میں 'یرحمک اللہ' ④ نومولود کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت ⑤ مونچھیں پست رکھنا ⑥ زیرناف کے بال کاٹنا ⑦ بغل کے بال صاف کرنا ⑧ بڑھے ہوئے ناخن کاٹنا ⑨ لڑکوں کا ختنہ کرنا ⑩ ناک، منہ اور دانتوں کی صفائی ⑪ استنجا ⑫ حیض ونفاس کے بعد غسل ⑬ غسل جنابت ⑭ میت کا غسل ⑮ تجہیز وتکفین ⑯ تدفین ⑰ عیدالفطر ⑱ عیدالاضحیٰ

سنت یہی ہے اور اس کے بارے میں یہ بالکل قطعی☆ ہے کہ ثبوت کے اعتبار سے اس میں اور

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید میں کوئی فرق نہیں ہے۔'' (اُصول ومبادی: ص۱۰،۱۱، طبع فروری ۲۰۰۵ء)

اب ہم سنت کی اس نئی ترمیم شدہ تیسری فہرست پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس میں

① خورد ونوش کے تحت 'سؤر، خون، مردار اور خدا کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کئے گئے جانور کی حرمت' کے عنوان سے ایک نئی سنت کا اضافہ کردیا گیا ہے، لیکن سنت کی ستائیس (۲۷) کی تعداد کو برقرار رکھنے کے لئے یہ ترکیب کی گئی ہے کہ 'اعتکاف' کی الگ سنت کو روزے کی سنت کے ساتھ ملا دیا گیا تاکہ گنتی کا میزانیہ (ٹوٹل) پورا رہے اور کسی ممکنہ اعتراض سے بچا جاسکے ......

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا

② دوسری ترمیم شدہ فہرست میں تو 'روزہ اور صدقۂ فطر' ایک سنت تھی۔ اب تیسری ترمیم شدہ فہرست میں 'روزہ واعتکاف' ایک سنت قرار پائی۔

③ دوسری ترمیم شدہ فہرست میں زکوٰۃ کی سنت کے ساتھ صدقۂ فطر کی سنت شامل نہ تھی بلکہ وہ اس سے الگ ایک سنت تھی، مگر تیسری ترمیم شدہ فہرست میں زکوٰۃ کی سنت کے ساتھ صدقۂ فطر کی سنت کو ملا کر دو سنتوں کی ایک سنت بن گئی۔

④ دوسری ترمیم شدہ سنت میں نماز کی سنت کے ساتھ اس کے متعلقات بھی شامل تھے، مگر تیسری ترمیم شدہ فہرست میں نماز کی سنت سے اس کے متعلقات غائب کردیئے گئے۔

⑤ دوسری ترمیم شدہ سنت میں حج وعمرہ کی سنت کے ساتھ ان کے متعلقات بھی شامل

☆ ایک طرف غامدی صاحب کے پیش کردہ دین کے بنیادی تصورِ دین میں ترمیم وتحریف کا یہ عالم ہے کہ ہر نئے دور کے ساتھ اس میں تبدیلی دَر آتی ہے جس سے ان کا بنیادی تصورِ دین (تصورِ سنت) بھی محفوظ نہیں، لیکن دوسری طرف ہر ترمیم پر ان کا دعوائے قطعیت بھی قابل داد ہے کہ وہ کس استقامت کے ساتھ تینوں بار باہم متضاد دعویٰ کرتے ہیں، لیکن قطعیت کا لازمہ ہر شکل کے ساتھ برقرار رہتا ہے۔ زیر نظر مضمون کے عنوان میں 'قطعی' کا اضافہ اسی مخصوص اُسلوب کی نشاندہی کے لیے کیا گیا ہے۔ ایک دور میں ایک چیز مثلاً نمازِ جمعہ بالکل قطعی اور ثبوت میں مثل قرآن اور دوسرے دور میں اس کی قطعیت اور ثبوت میں مثل قرآن ہونا موقوف!

www.KitaboSunnat.com

تھے، مگر تیسری ترمیم شدہ فہرست میں حج و عمرہ کے متعلقات حذف کر دیئے گئے۔

⑥ دوسری ترمیم شدہ فہرست میں 'اعتکاف' ایک مستقل سنت تھی جسے تیسری ترمیم شدہ فہرست میں روزے کے ساتھ شامل کر کے 'روزہ و اعتکاف' کی ایک ہی سنت بنالی گئی اس طرح گویا اعتکاف نصف سنت قرار پائی۔

⑦ دوسری ترمیم شدہ فہرست میں قربانی ایک مستقل اور الگ سنت تھی۔مگر تیسری ترمیم شدہ فہرست میں اس کے ساتھ ایامِ تشریق کی تکبیریں نامی سنت شامل کر کے اُسے ایک ہی سنت بنالیا گیا۔

یاد رہے کہ 'ایام تشریق کی تکبیروں' والی سنت مئی ۱۹۹۸ء کی پہلی فہرست میں موجود تھی جو اپریل ۲۰۰۲ء کی فہرست سے خارج کردی گئی اور پھر ۲۰۰۵ء کی فہرست میں اُسے دوبارہ شامل کرلیا گیا ......

خداوندا ترے یہ سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ سلطانی بھی عیاری ہے، درویشی بھی عیاری

کبھی وضو، تیمّم، حرمین شریفین کی حرمت، ہدی، طلاق، نمازِ عیدین، نمازِ جنازہ، نمازِ جمعہ اور نماز کے لیے مساجد کا اہتمام سنن ہیں اور کبھی سنن کی فہرست سے خارج قرار پاتے ہیں۔ یہ تلعب بالدین کہاں تک جائز ہے، اس کے لیے قرآنِ حکیم کی یہ آیت پیشِ نظر رہے:

﴿أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ...﴾ (البقرۃ:۸۵)

''کیا بعض احکام پر ایمان رکھتے ہو اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہو۔''

اس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ غامدی صاحب نے سنت اور دین کو بازیچۂ اطفال سمجھ رکھا ہے جس میں وہ اپنے من مانے طریقے سے حسبِ خواہش ردّ و بدل کرلیتے ہیں۔ ویسے بھی جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے اور 'دروغ گو را حافظ نباشد' بھی ایک تلخ حقیقت ہے۔

اطلاع: گذشتہ شمارے میں شائع شدہ مضمون **'غامدیت اور اسلام؛ ایک تقابل'** کی افادیت و جامعیت کے پیشِ نظر اسے ایک رنگین پوسٹر کی شکل میں بھی شائع کیا گیا ہے۔ دبیز آرٹ پیپر پر شائع شدہ پوسٹر کو لٹکانے کے اوپر نیچے سلور کی پتری بھی موجود ہے۔ قیمت: ۲۵ روپے ◉ رابطہ: مکتبہ قرآنیات، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار

www.KitaboSunnat.com

تحقیق وتنقید
قسط نمبر۳

پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد دین قاسمی

مذہبی پیشوائیت : مذہب ِپرویز کا ایک کھوٹا سکہ

پانچواں واقعہ

پانچواں واقعہ امام احمد بن حنبلؒ کا واقعہ ہے، اُنہیں مسئلہ خلقِ قرآن کے سلسلہ میں انتہائی اذیتوں کا نشانہ بنایا گیا۔ اُنہوں نے اربابِ اقتدار کے ہاتھوں مصائب میں مبتلا ہونا قبول کرلیا لیکن ان کی ہاں میں ہاں نہیں ملائی۔ معلوم نہیں 'مفکر قرآن' صاحب کی وہ مذہبی پیشوائیت کہاں تھی جو اربابِ اقتدار کی ہاں میں ہاں ملایا کرتی تھی :

"امام صاحب کو جس طرح قید و بند کے عذاب میں مبتلا رکھا گیا، اس کے تصور سے روح کانپ اُٹھتی ہے۔ اُنہیں دربار میں بلوا کر کوڑوں سے پیٹا جاتا تھا اور جب وہ بے ہوش ہوجاتے تو پھر قیدخانے میں بھجوا دیا جاتا تھا۔ یہ سلسلہ ایک دن، دو دن نہیں، بلکہ پورے اڑھائی سال تک جاری رہا۔ معتصم (مامون الرشید کا جانشین) ان سب لوگوں کو قتل کردیا کرتا تھا جو قرآن کو غیر مخلوق کہتے تھے، لیکن امام صاحب کے قتل کی جرأت اس نے نہیں کی، کیونکہ ان کے ساتھ عوام کی عقیدت بہت گہری تھی۔"[۵۶]

چھٹا واقعہ

امر واقعہ یہ ہے کہ جن علما کو 'مذہبی پیشوائیت' کے لیبل کے تحت، مطعون کرنے کی عادت 'مفکر قرآن' صاحب اپنائے ہوئے تھے، وہ اس قدر متقی اور پارسا و پرہیزگار تھے کہ سرکاری عہدوں کے قریب بھی نہیں پھٹکتے تھے، کجا یہ کہ وہ ان سے مراعات حاصل کرتے ہوں۔ لیکن اگر کوئی عالم ایسا کوئی عہدہ قبول کرتا تو اپنی پاکدامنی، خودداری، حق پرستی اور بے لاگ عدل کرنے کے باوجود بھی اپنی عزت کو قدرے کم تر پاتا تھا۔ امام ابویوسف (جو امام ابوحنیفہ کے

---

۵۶ طلوع اسلام: مارچ ۱۹۵۲ء، صفحہ ۵۲

www.KitaboSunnat.com

شاگردِ رشید تھے) کے متعلق ان کے معاصر اہل علم میں کچھ ایسا ہی احساس پایا جاتا تھا، خود طلوع اسلام ایک مقام پر یہ لکھتا ہے:

''اس زمانہ میں بعض علما کا یہ نظریہ بھی رہا ہے کہ سلطانی عہدوں کو قبول کرنا، اپنے دین کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔ چنانچہ بہت سے محدثین، ان لوگوں کی حدیثیں ہی روایت نہیں کرتے جو شاہی درباروں میں مقرب تھے۔ اکثر علما نے امام ابویوسف پر محض اس لئے طعن کیا ہے کہ اُنہوں نے قضا کا عہدہ قبول کرلیا تھا۔ اس قسم کی حکایات بہت کثرت سے ملتی ہیں۔ محمد بن جریر طبری کہتے ہیں کہ اہل حدیث کی ایک جماعت، امام ابویوسف کی احادیث سے صرف اس لئے پرہیز کرتی ہے کہ ان پر رائے کا غلبہ تھا اور وہ فروع واحکام کی تفریع کے عادی تھے اور ساتھ ہی بادشاہوں کی صحبت میں رہتے تھے اور قضا کے عہدے پر فائز تھے۔ شاید مجموعی طور پر یہ دونوں باتیں ہی عہد اُموی میں امام ابوحنیفہ کے انکارِ قضا کا باعث ہوں۔ ان کے خیال میں یہ حکومت ظالم، سخت اور مضطرب الحال تھی...... اس کے علاوہ قضا کے عہدے میں، اس کا ہر وقت اندیشہ تھا کہ اگر خدا کو راضی رکھیں تو بادشاہ کے غضب کا نشانہ بنتے ہیں اور اگر بادشاہ کو راضی رکھیں تو خدا ناراض ہوتا ہے۔ چنانچہ بعض روایات میں امام صاحب کا یہ قول موجود ہے کہ آپ نے منصور سے فرمایا تھا کہ اگر تم مجھے یہ دھمکی دو کہ یا تو میں حکومت کو قبول کرلوں ورنہ تم مجھے دریائے فرات میں غرق کردو گے، تو میں غرق ہوجانے کو ترجیح دوں گا۔ تمہارے اور بہت سے حاشیہ بردار موجود ہیں جو چاہتے ہیں کہ تم انہیں یہ اعزاز عطا کرو، مگر میں اس لائق نہیں ہوں۔''[۵۷]

ساتواں واقعہ

ساتواں واقعہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، جو بربنائے حدیثِ نبویؐ جبری طلاق کے مخالف تھے۔ چونکہ جبری طلاق کے ناجائز ہونے کا اثر جبری بیعت پر بھی پڑتا تھا جو اس دور کے حکمران لیا کرتے تھے، اس لئے امام مالکؒ، اپنے اس فتوے کی بدولت سزائے تازیانہ کے مستحق قرار پائے۔

''امام مالکؒ، ایک حدیث بیان کرتے تھے کہ اگر جبراً طلاق کسی سے دلائی جائے تو وہ واقع نہ ہوگی اور فتنہ اُٹھانے والوں نے اس حدیث سے ابوجعفر منصور کی بیعت کے باطل ہونے پر،

---

[۵۷] طلوع اسلام: مارچ ۱۹۵۴ء، صفحہ ۲۶

www.KitaboSunnat.com

دلیل حاصل کی۔ یہ بات محمد بن عبداللہ بن حسن النفس الزکیہ کے خروج کے وقت مدینہ میں پھیل گئی، اور منصور نے امام صاحب کو منع کیا کہ وہ جبری طلاق والی حدیث بیان نہ کریں۔ پھر ایک جاسوس کو بھیجا جو آپ سے سوال کرے۔ آپ نے اس سے یہ حدیث تمام لوگوں کے سامنے بیان کی، لہٰذا حاکم مدینہ نے کوڑوں کی سزا دی۔ دوسرے ائمہ نے بھی ملوکیت کی ان اَغراض کی مختلف صورتوں میں مخالفت کی۔''[۵۸]

آٹھواں واقعہ

آٹھواں واقعہ اس مردِ مجاہد کا ہے، جس نے ہارون الرشید کے بھرے دربار میں، اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ایسا کلمہ حق کہہ دیا جس کی توقع شخصی حکومت میں نہیں کی جاسکتی:

''اگرچہ جب خلافت، بادشاہی میں بدلی تو درباری زندگی اور عجمی اثرات نے خوشامد پرستی کا جذبہ پیدا کردیا تھا، لیکن پھر بھی ایمان کی یہ چنگاری، اس میں اکثر اوقات شعلہ فشاں نظر آتی ہے۔ ہارون الرشید کے دربار میں ایک شاعر قصیدۂ مدحیہ پڑھتا ہے جس میں وہ کہتا ہے کہ ''اے خلیفہ! اگر عمرو علی کے زمانہ میں آپ ہوتے تو خلافت پر کوئی جھگڑا ہی نہ پڑتا۔(یعنی بلا اختلاف لوگ آپ کو خلیفہ منتخب کرلیتے) وہیں اہل دربار میں سے ایک مردِ مؤمن اٹھتا ہے اور کہتا کہ ''کیوں غلط بات کہتے ہو، خلیفہ کے جدامجد حضرت عباسؓ، اس وقت موجود تھے، پھر جھگڑا کیوں نہ چک گیا؟'' کچھ اندازہ فرمایا آپ نے، اس جرأتِ ایمانی کا؟ شخصی حکومت، بھرا دربار، لیکن حق و باطل کے مقابلہ میں کسی ڈرانے والے کا ڈر اُسے باز نہ رکھ سکا اور اعلائے کلمۃ الحق میں وہ رُعب تھا کہ خلیفہ بھی سن کر مسکرا دیا اور اُسے یہ کہنا پڑا کہ ''ٹھیک کہتے ہو۔''[۵۹]

نواں واقعہ

مسئلہ خلقِ قرآن پر بعض خلفاے بنی عباس نے خون کی ندیاں بہا دیں اور امام احمد بن حنبلؒ کو پورے اٹھائیس ماہ تک ایسے شدید کوڑوں سے پیٹا گیا کہ ان میں سے ایک کوڑا کسی ہاتھی پر بھی برسا دیا جاتا، تو وہ بھی اپنی چیخ و چنگھاڑ سے آسمان سر پر اُٹھا لیتا۔ اسی مسئلہ پر اپنی جان جوکھوں میں ڈالتے ہوئے ایک صاحبِ ایمان جس کے قلب میں سلطانِ جائر کے روبرو کلمہ

---

۵۸ طلوعِ اسلام: اگست، ستمبر ۱۹۶۴ء، صفحہ ۱۰۵

۵۹ طلوعِ اسلام: فروری ۱۹۶۱ء، صفحہ ۲۱

www.KitaboSunnat.com

حق کہنے کا جوش و جذبہ اسے بے چین کئے ہوئے تھا، وہ عالم دین (عبدالعزیز بن یحییٰ) مکہ سے سوئے بغداد روانہ ہوئے۔ بغداد پہنچے تو کسی سے جان نہ پہچان۔ دربارِشاہی تک رسائی کیسے ہو؟ آخر ایک لطیف تدبیر سوجھی اور وہ نتیجتاً تختِ شاہی کے سامنے، مامون الرشید جیسے مجسمہ قہر وغضب کے روبرو خود کو کھڑا ہوا پاتے ہیں۔اس 'ملا' کا تذکرہ بایں الفاظ کیا گیا ہے:

''مامون الرشید کے عہد میں مسئلہ خلق قرآن نے جو قیامت برپا کررکھی تھی، کس سے پوشیدہ ہے؟ ایک صاحبِ ایمان (عبدالعزیز بن یحییٰ) اس جسارت وصداقت کو قلب میں لے کر مکہ سے روانہ ہوتے ہیں اور جامع بغداد میں جاکر علی الاعلان کہتے ہیں کہ قرآن خدا کا کلام ہے، ہرگز ہرگز مخلوق نہیں ہوسکتا، حالانکہ وہ خوب جانتے تھے کہ اس کہنے کا انجام کیا ہوگا۔''[۶۰]

طلوعِ اسلام نے پورا واقعہ بیان نہیں کیا کہ کس طرح دربارِشاہی میں پہنچ کر عبدالعزیز بن یحییٰ نے مامون الرشید کے جملہ مناظرین کوتن تنہا لاجواب کیااور مامون خود بھی اس کے دلائل سے متاثر ہوا۔

علماے کرام کا یہی کردار، چودہ سوسالہ تاریخ میں

مقالے کی تنگ دامنی اور خوفِ طوالت، مزید مثالیں پیش کرنے میں حائل ہیں اور یہ چند مثالیں بھی کتبِ تاریخ سے پیش کرنے کی بجائے 'مفکر قرآن' کے لٹریچر ہی سے پیش کی گئی ہیں، ورنہ تاریخ کی کتب اُٹھا کر دیکھئے تو ایسی لاتعداد اور لازوال داستانیں، موجبِ افزائشِ ایمان ہوں گی۔ سلطانِ جائر اور ملکِ عضوض کے سامنے کلمۂ حق کہنے والے ہر دور میں ہر جگہ موجود رہے ہیں۔اب طلوعِ اسلام ہی سے ایک ایسا اقتباس پیش کیا جارہا ہے جو اختصار وایجاز کے ساتھ یہ واضح کرتا ہے کہ ہماری چودہ صدیوں پر محیط تاریخ اس قسم کے قابل رشک واقعات سے بھری پڑی ہے:

''مسلمانوں کی تاریخ میں افراط وتفریط کے خلاف خالص اور صحیح اسلام پیش کرنے کے لئے ہر دور میں قلندرانہ تحریکات چلتی رہی ہیں۔ محدثین اور متکلمین کی آویزش اور ازاں بعد متکلمین کی باہمی سرپھٹول، مامون الرشید عباسی کے دور میں فتنۂ خلق قرآن اور اس طوفان میں امام احمد

---

۶۰ طلوع اسلام: فروری ۱۹۴۱ء، صفحہ ۲۱

www.KitaboSunnat.com

بن حنبلؒ کا محیر العقول عزم وثبات، اس کے بعد منطق وعلم کلام کے غیر اسلامی اثرات کو کالعدم ٹھہرانے کے لئے علامہ ابن تیمیہ کی مبارک تحریک، نجد میں وہابی تحریک کا آغاز، افریقہ میں مہدی سوڈانی اور شیخ سنوسی کی سرگرمیاں، ہندوستان میں غیر اسلامی تصورات کے خلاف حضرت مجدد الف ثانی کے مسلسل وپیہم جہاد اور حضرت سید جمال الدین افغانی کی تحریکِ اتحاد عالم اسلام (Pan-Islamism) وغیرہ، اس دعویٰ کا زندہ ثبوت ہیں کہ آڑے وقت میں، مسلمانوں کے اندر ایک ذہنی انقلاب کی تیز رو موجود رہی ہے۔''[61]

یہ اقتباسات اس حقیقت کو ہر شک وشبہ سے بالاتر کردیتے ہیں کہ نہ تو اسلام ہی میں، 'مذہبی پیشوائیت' کا وہ تصور پایا جاتا ہے جسے 'قرآنی گوئبلز' کے سامری دماغ نے محض اپنے تسویلِ نفس کے زور پر گھڑ ڈالا ہے اور نہ ہی اُمتِ مسلمہ میں تاریخی طور پر اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے کہ کسی قابل ذکر پیشوائے اسلام نے، تقاضائے حق کو پس پشت ڈال کر، اربابِ اقتدار کی ہاں میں ہاں ملاکر، دنیا کے جاہ ومنصب اور مال ودولت کو سمیٹا ہو۔

یہ سارا افسانہ 'قرآنی گوئبلز' نے صرف اس لئے تراشا ہے کہ 'نظامِ ربوبیت' کے نام سے، اشتراکیت کا جو 'قرآنی ایڈیشن' وہ خود نکال چکے ہیں، اس کے لئے راہ ہموار کی جائے۔ لیکن چونکہ یہ راہ ہموار ہو نہیں سکتی جب تک کہ وہ علما (اور وہ جماعت یہاں موجود ہے) جو محمد رسول اللہ والذین معہ کا دین، بلاکم وکاست یہاں رائج کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے علما اور سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی مخالفت کرنے کے لئے وہ افسانہ تراشا گیا ہے، جس کا بنیادی تصور، ہندوؤں، عیسائیوں اور یہودیوں کے ہاں سے لیا گیا ہے اور پھر برسوں بار بار اسے دہرایا گیا ہے تاکہ یہ جھوٹ 'سچ' بن جائے۔

پرویز کے فکری اسلاف ہی 'ملا' تھے

ہمارے علماے تفسیر ہوں یا علماے حدیث، ائمۂ فقہ ہوں یا ائمۂ تاریخ، ان میں تو 'مُلاّئیت' کا وہ تصور قطعی مفقود ہے جسے 'قرآنی گوئبلز' نے گھڑ رکھا ہے۔ ہاں البتہ تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ خلافتِ راشدہ کے بعد کچھ باطل اور گمراہ فرقے ایسے پیدا ہوئے تھے

[61] طلوع اسلام: نومبر ۱۹۴۰ء، صفحہ ۲۰

www.KitaboSunnat.com

جن کے ساتھ دورِ حاضر کے منکرین حدیث، اعتقادی وفکری رشتے میں منسلک ہیں۔ ان میں 'مذہبی پیشوائیت' اور 'مُلاّئیت' کی وہ تمام خصوصیات موجود تھیں جنہیں 'قرآنی گوئبلز' نے دور حاضر کے علما کی طرف منسوب کیا ہے۔ (بالخصوص وقت کے اربابِ اقتدار کی ہاں میں ہاں ملانا اور ان کے ساتھ ملی بھگت کرنا اور ارباب تخت وتاج کے ساتھ ساجھا پن اور 'شریفانہ معاہدہ' کرنا وغیرہ)

قدیم وجدید معتزلہ میں مشترک قدریں

قبل اس کے، کہ آج کے منکرین حدیث کے فکری آباؤ واجداد کی اپنے وقت کے اربابِ اقتدار کے ساتھ ملی بھگت اور 'شریفانہ معاہدہ' کے ثبوت پیش کئے جائیں، یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے یہ واضح کردیا جائے کہ اَخلاف (موجودہ منکرین حدیث) اور اَسلاف (قدیم معتزلہ) کس طرح تشابہت قلوبھم کے رشتہ میں منسلک ہیں اور کن کن پہلوؤں سے ان کا قارورہ ملتا ہے۔

① ......جس طرح آج کے منکرینِ حدیث، وحی اور کتاب اللہ کا نام لے کر عقل کو بالاتر حیثیت دیتے ہوئے فکرِ اغیار کی ذہنی غلامی میں مبتلا ہوکر قرآن کا تیاپانچہ کرڈالتے ہیں، بالکل اسی طرح قدیم معتزلہ کے 'قرآنی دانشور' بھی غیروں کی فکری اسیری میں مبتلا ہوکر غلبۂ عقل کے نعرہ کے ساتھ قرآنِ کریم کو نشانہ بنایا کرتے تھے۔ جیسا کہ 'عقل کا غلبہ' کے زیرعنوان خود طلوع اسلام یہ لکھتا ہے:

> ''وہ عقل کے تسلط کے قائل تھے اور کہتے تھے کہ عقل خود حسن وقبح کی معرفت حاصل کرسکتی ہے، خواہ شریعت نے کسی بات کے حسن وقبح کو بیان کیا، یا بیان نہ کیا ہو۔'' (۶۲)

② ......جس طرح یہ لوگ انکارِ حجیت ِحدیث کے باوجود خود کو منکرینِ حدیث کہنا یا کہلوانا پسند نہیں کرتے ہیں، اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھنے اور کہنے پر مصر ہیں، بالکل اسی طرح وہ لوگ بھی اعتقاداً مسلمانوں سے الگ راہ اختیار کرنے کے باوجود بھی خود کو 'معتزلہ' کہنا یا کہلوانا پسند نہیں کرتے تھے:

> ''یاد رہے کہ یہ لوگ خود اپنے آپ کو خوارج یا معتزلہ نہیں کہتے تھے، اپنے آپ کو خالص

(۶۲) طلوع اسلام: فروری ۱۹۶۰ء، صفحہ ۷۰

www.KitaboSunnat.com

مسلمان سمجھتے تھے۔''(۶۳)

③......جس طرح آج کے منکرین حدیث صرف قرآن ہی کو سند مانتے ہیں، اسی طرح وہ لوگ بھی تنہا قرآن ہی کو حجت تسلیم کرتے تھے۔ وہ ہر دینی معاملے میں قرآنِ مجید کو سند قرار دیتے تھے۔(۶۴)

④......جس طرح دورِ حاضر کے منکرین حدیث مغربی معاشرت کے اجزاء وعناصر کو اور اشتراکیت کے نظامِ معیشت کو قرآنِ کریم میں زبردستی گھسیڑنے پر جُتے ہوئے ہیں، اسی طرح کل کے معتزلہ بھی یونانی فلسفہ کا پھانہ اسلامی عقائد میں ٹھونسنے پر تلے ہوئے تھے:

''یونانی فلسفہ کو اپنا کر اُنہوں نے اسلامی عقائد میں اسے جس خوبی سے سمویا اور علم کلام کے نام سے ایک مستقل علم کی بنیاد رکھی، وہ اس کی زندہ شہادت ہے۔''(۶۵)

ان وجوہِ مشابہت کی بنا پر آج کے منکرین حدیث اپنے فکری اسلاف یعنی قدیم معتزلہ کی انتہائی تعریف وتحسین کرتے ہیں اور ان کے زوال وفنا پر یوں نوحہ کناں ہیں:

''ہمارے متقدمین میں 'معتزلہ' اہل علم کا وہ گروہ تھا جن کی نگاہ صحیح اسلام پر تھی اور وہ قرآن مجید پر عقل وبصیرت کی رو سے غور کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں کو ہماری 'مذہبی پیشوائیت' کس طرح جینے دیتی۔ نتیجہ یہ کہ نہ صرف ان اربابِ فکرونظر کا خاتمہ کردیا گیا بلکہ ان کے علمی کارناموں کو بھی جلا کر راکھ کردیا۔''(۶۶)

جملہ معترضہ

قبل اس کے کہ اس بحث میں مزید پیش قدمی ہو، قارئین کرام سے یہ درخواست ہے کہ 'مفکرِ قرآن'، 'مدرّسِ فرقان' اور 'مفسر کتاب' جناب چوہدری غلام احمد پرویز کے اس جھوٹ کو خاص طور پر نگاہ میں رکھیں کہ......''مذہبی پیشوائیت نے معتزلہ کو جینے نہیں دیا اور خود ان کا اور ان کے علمی کارناموں کا خاتمہ کرڈالا۔'' ......آگے چل کر طلوعِ اسلام ہی کی عبارت سے اس جھوٹ کا جھوٹ ہونا واضح ہورہا ہے۔ نیز یہ بھی کہ معتزلہ کو کسی 'مذہبی پیشوائیت' نے نہیں بلکہ خود ان کی اپنی کرتوتوں نے صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالا تھا۔ بالخصوص جبکہ وہ خود 'مذہبی پیشوائیت' بن

(۶۳) طلوع اسلام: مارچ ۱۹۷۳ء، صفحہ ۵۵
(۶۴) طلوع اسلام: جون ۱۹۷۸ء، صفحہ ۴۸
(۶۵) طلوع اسلام: جولائی ۱۹۵۵ء، صفحہ ۱۱
(۶۶) طلوع اسلام: فروری ۱۹۶۷ء، صفحہ ۵۷

www.KitaboSunnat.com

کر اربابِ اقتدار کے ساتھ خونِ مسلم کی ندیاں بہانے میں مصروف جہاد تھے۔

معتزلہ کی 'ملائیت' کا اربابِ اقتدار سے گٹھ جوڑ

اس جملہ معترضہ کے بعداب ماضی کے فتنۂ اعتزال کے عروج پر ایک نگاہ ڈالئے تو آپ کو واضح طور پر یہ دکھائی دے گا کہ کس طرح اس فتنہ کے علمبرداروں نے اپنے عروج کے لئے اربابِ اقتدار کے ساتھ گٹھ جوڑ کا 'شریفانہ معاہدہ' کیا۔

فتنۂ اعتزال کے علمبرداروں میں سے دو 'قرآنی دانشوروں' احمد بن ابی دؤاد اور ثمامہ نے کسی نہ کسی طرح ارباب اقتدار تک رسائی پالی اور انہیں اپنا ہم خیال بنالیا، جس کے نتیجہ میں اس فتنہ کو سرکاری سرپرستی حاصل ہوگئی اس 'سرکاری اور سرپرستانہ ملی بھگت' اور 'شریفانہ معاہدہ' کے نتیجہ میں، حکومتی اثر ورسوخ اور ذرائع و وسائل سے اس کا حلقہ اثر پھیلتا چلا گیا۔ انتظامیہ اور عدلیہ کے اعلیٰ مناصب کے دروازے اس 'گٹھ جوڑ' کے نتیجہ میں معتزلہ کیلئے چوپٹ کھول دیئے گئے اور جو لوگ اس مسلک کے خلاف تھے، ان سے حکومتِ وقت، اس 'شریفانہ معاہدہ' کی بنا پر بڑے جابرانہ اور ظالمانہ انداز سے نپٹتی اور اُنہیں قید و بند سے لے کر دار ورسَن کی صعوبتوں میں سے گزرنا پڑتا، یہ ایک ایسی حقیقت تھی جس کا انکار طلوعِ اسلام سے بھی بن نہیں پڑا:

> ''احمد بن ابی داؤد (داود نہیں، بلکہ دُؤاد) اور ثمامہ کی کوششوں سے مامون الرشید نے باقاعدہ طور پر اس مسلک کو قبول کرلیا اور مسلکِ اعتزال کو سرکاری سرپرستی میں لے لیا۔ اس سے وقتی طور پر مسلکِ اعتزال کو بہت مقبولیت حاصل ہوگئی۔ الناس علی دین ملوکھم کے مطابق ہر طرف مسلکِ اعتزال کا چرچا ہونے لگا۔ ان کا مسلک چونکہ عقل وبصیرت پر مبنی تھا، اس لئے وہ خود بھی لوگوں کو اپیل کرتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی سرکاری مشینری بھی اس کی تائید میں حرکت کرنے لگی تو وہ پورے عالم اسلام پر چھا گیا۔ عدالتوں میں فیصلے اسی مسلک کے مطابق ہونے لگے۔ جو لوگ اس مسلک کے خلاف زبان ہلاتے تھے، ان سے حکومتِ وقت کی طرف سے باقاعدہ باز پرس کی جاتی تھی اور سزائیں دی جاتی تھیں۔'' (۶۷)

کم ظرف اور دنیا پرست لوگوں کو اقتدار کا سہارا مل جائے تو وہ آپے سے باہر ہوجاتے

(۶۷) طلوع اسلام: ۲۳ جولائی ۱۹۵۵ء، صفحہ ۱۱

www.KitaboSunnat.com

ہیں، چنانچہ معتزلہ کو جو اقتدار کی پشت پناہی حاصل ہوئی تو وہ قوت وتکبر کے ساتویں آسمان پر پہنچ گئے اور پھر انہوں نے وہی حرکت کی جسے 'مفکرِ قرآن' صاحب، بہتاناً 'تھیا کریسی' اور 'پریسٹ ہڈ' کی خود ساختہ اصطلاحات کے تحت علماے کرام کی طرف منسوب کرنے کے عادی رہے ہیں، یعنی فتویٰ بازی:

''خلق قرآن کا مسئلہ، معتزلہ کو جعد بن درہم ہی سے وراثت ملا۔ پہلے معتزلہ اس نظریہ کے قائل نہیں تھے۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد وہ قرآن کے مخلوق ہونے پر متفق ہوگئے اور جو شخص قرآن کو غیر مخلوق کہتا تھا اس پر کفر اور فسق کے فتوے لگاتے تھے۔ معتزلہ میں احمد بن ابی دؤاد پہلا معتزلی ہے جس نے قرآن کو غیر مخلوق کہنے والوں پر کفر کا فتویٰ لگایا۔''[68]

اس فتویٰ کے اجرا کے بعد معتزلہ کی 'مذہبی پیشوائیت' اور 'تھیا کریسی' نے اربابِ حکومت کے ساتھ جو 'شریفانہ معاہدہ' کررکھا تھا، اس کی روشنی میں اگلا قدم اُٹھایا، وہ کیا تھا؟ طلوع اسلام ہی کی زبانی ملاحظہ فرمایئے:

''انہوں نے کہا کہ خلیفہ اسلام کا یہ فرض ہے کہ وہ ایسے عقیدہ کو، جو توحید کے خلاف ہے، قوت سے مٹائے۔''[69]

پھر کیا ہوا؟ قید و بند، دار و رَسن اور ضربِ تازیانہ کے ذریعہ خون کی ندیاں بہا دینے کی نئی تاریخ معتزلہ کے 'ملاؤں' کے ہاتھوں رقم ہوئی۔ جس کا اعتراف خود طلوعِ اسلام کو بھی کرتے ہی بنی:

''اس عقیدہ کی پشت پر چونکہ حکومتِ وقت بھی تھی، اس لئے لوگوں کو صرف کفر و شرک کے فتوؤں ہی سے مرعوب نہیں کیا جاتا تھا، بلکہ ان فتوؤں کے بعد لوگوں کو طرح طرح کی سزائیں بھی دی جاتی تھیں اور قتل بھی کردیا جاتا تھا۔''[70]

یہ ہے حقائق کی صحیح اور اصل تصویر جو یہ ظاہر کرتی ہے کہ اربابِ اقتدار اور اعیانِ سلطنت کے ساتھ 'ملی بھگت' اور 'شریفانہ معاہدہ' کرنے اور اس کے نتیجہ میں سرکاری عہدے حاصل کرنے والے درحقیقت وہ 'اربابِ فکر و نظر' اور 'صاحبانِ عقل و بصیرت' تھے جو یونانی فلسفہ کو اسلامی عقائد میں سمو ڈالنے کی کوششوں میں جتے رہے تھے اور جو آج کے منکرین حدیث کے

---

[68] طلوع اسلام: ۳۰ جولائی ۱۹۵۵ء صفحہ ۱۳
[69] طلوع اسلام: ۳۰ جولائی ۱۹۵۵ء، صفحہ ۱۳
[70] طلوع اسلام: ۳۰ جولائی ۱۹۵۵ء، صفحہ ۱۳

www.KitaboSunnat.com

فکری آباء و اجداد تھے، نہ کہ وہ علماء وفقہا اور وہ محدثین و مجتہدین جو پابندِ سلاسل رہ کر قید و بند کی اذیتیں جھیلتے ہوئے اور ضربِ تازیانہ کا نشانہ بنتے ہوئے حکومتی مناصب اور سرکاری وظائف سے بے نیاز ہوکر خدمتِ دین اور اشاعتِ اسلام پر کمربستہ رہے۔

'مفکر قرآن' کا دوگونہ جھوٹ

'مفکر قرآن' صاحب تنکیسِ واقعات، تقلیبِ اُمور اور مسخِ حقائق میں کس قدر جھوٹ اور دیدہ دلیری سے کام لیا کرتے تھے، وہ ان کے اس دوگونہ کذب ہی سے واضح ہے، جس میں وہ

...... ① اُن علماے حدیث اور ائمۂ فقہ پر جو اَعیانِ سلطنت اور اَربابِ حکومت سے الگ رہے، یہ الزام عائد کرتے رہے ہیں کہ ان کی ہمیشہ اہل اقتدار سے 'ملی بھگت' رہی ہے اور

...... ② جو لوگ فی الواقعہ اقتدار کی چھتری تلے بیٹھ کر علماء وائمہ کرام پر کفر وشرک کے فتوے لگا کر وقت کے حکمرانوں کو ان کے خاتمہ پر اُکساتے رہے ہیں، وہ سب 'حاملین قرآن'، 'اہل علم وبصیرت' اور 'اصحابِ فکر ونظر' قرار پائے۔

ع جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

الغرض 'مذہبی پیشوائیت'، 'ملا ازم'، 'تھیا کریسی' اور 'پریسٹ ہڈ' کی خود ساختہ اصطلاحات کی آڑ میں 'مفکر قرآن' صاحب، جن رذائل ومعائب اور مثالب ونقائص کو علماے کرام کے گلے مڑھتے رہے ہیں، وہ فی الواقع خود پرویز صاحب (اور ان کے اندھے مقلدین) ہی کے فکری اسلاف میں پائے جاتے تھے، لیکن وہ ان عیوب کو اپنے آباء واجداد کی طرف منسوب کرنے کی بجائے علماے کرام کے کھاتے میں ڈالتے رہے ہیں۔ یہ بالکل ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی شخص اپنے باپ کے 'سیاہ کارناموں' کو اپنے باپ کی طرف منسوب کرنے کی بجائے پورے قبیلے کی طرف منسوب کرتے ہوئے سربراہِ قبیلہ کو یہ طعنہ دے کہ......''تمہارے قبیلے میں تو ایسے افراد بھی موجود ہیں جنھوں نے یہ اور یہ 'سیاہ کارنامے' انجام دیئے ہیں''۔ حقائق کی روشنی میں 'قرآنی گوئبلز' نے یہی طریقۂ واردات اپنائے رکھا ہے!!

سببِ زوالِ معتزلہ

سرکاری سرپرستی میں شجر اسلام پر پھیلنے والی اس آکاس بیل کا خاتمہ کیسے ہوا؟ پرویز صاحب نے حقائق کو پس پشت پھینکتے ہوئے یہ بے پر کی اُڑائی ہے کہ...... ''ان اصحابِ فکرونظر کا خاتمہ 'مذہبی پیشوائیت' نے کیا...... حالانکہ ان کے زوال بلکہ خاتمہ کا سبب خود ان کی اپنی یہ حرکت تھی کہ وہ آفتابِ اقتدار کے پجاری بنے۔ اربابِ اقتدار کی کاسہ لیسی کی۔ سرکاری عہدوں پر براجمان ہوکر اپنے کفروشرک کے فتوؤں کے ذریعہ خون کی ندیاں بہائیں۔ مخالفین کو قید و بند کی صعوبتوں میں پھانسا، اور ائمہ عظام کو کوڑوں سے پٹوایا، جس کے نتیجہ میں عوام ان سے متنفر ہوئے اور اُن علماء وائمہ کی عقیدت ومحبت، اضعافاً مضاعفہ ہوکر لوگوں کے دلوں میں راسخ ہوگئی کہ جو کسی دنیاوی مفاد کے لالچ میں نہیں بلکہ خالصتاً دین اسلام کے لئے یہ مصائب جھیل رہے تھے۔ ایک طرف معتزلہ کی دنیائے دَنی کی ہوس تھی اور دوسری طرف اہل علم کی مسلکِ حق پر اذیتوں اور صعوبتوں کے باوجود ثابت قدمی اور اخلاص کی دولت تھی۔ معتزلہ کی ان حرکات سے نفرت اور پھر اس پر مستزاد مسلم فقہاء وعلما کا مصائب ومظالم پر اعلیٰ درجے کا صبر وثبات...... یہ تھا معتزلہ کے زوال وانحطاط کا اصل سبب جس کا آخری نتیجہ یہ تھا کہ وہ صفحۂ ہستی سے مٹ گئے۔ یہ سببِ اصلی بھی کسی کتابِ تاریخ سے پیش کرنے کی بجائے طلوعِ اسلام ہی کے اوراق سے پیش کرنا مناسب ہے:

> ''احمد بن ابی دؤاد اور ثمامہ نے یہ بڑی سیاسی غلطی کی کہ مسلکِ اعتزال کو سرکاری سرپرستی میں دے دیا۔ مامون الرشید معتصم باللہ، اور واثق باللہ نے مسلکِ اعتزال کو قبول کرکے جبر واکراہ سے اس مسلک کو عوام میں پھیلانے کی کوششیں شروع کردیں۔ اس سے تشدد اور سختیاں شروع ہوئیں تو جس نے بھی اس تشدد کے مقابلہ میں ثابت قدمی کا ثبوت دیا، وہ عوام میں ہیرو بن گیا۔ ہمارا خیال ہے کہ اگر عباسی خلفا مسلکِ اعتزال کو قبول نہ کرتے تو اعتزال کے مسلک پر ان کا یہ بڑا ہی احسان ہوتا، یا اگر اُنہوں نے اس مسلک کو قبول کرلیا تھا تو اسے بنوکِ شمشیر عوام سے منوانے کی کوشش نہ کرتے تو معتزلہ اس تباہی سے یقیناً محفوظ رہتے، جس سے اُنہیں آگے چل کر دوچار ہونا پڑا۔ معتزلہ نے اپنی اس سیاسی غلطی کو بروقت محسوس نہ کیا۔ یہ محدثین وفقہا کے

خلاف کفر وشرک کا فتویٰ دیتے تھے اور برسراقتدار طبقہ ان علما و مشائخ کو دار ورَسن کی مشقتوں میں مبتلا کر کے عوام میں ان کو ہیرو بنا دینے پر اپنی تمام کوششیں صرف کر رہا تھا۔"[71]

اب ذرا ان الفاظ پر غور فرمایئے ......"برسراقتدار طبقہ ان علماء و مشائخ کو ...... ہیرو بنا دینے پر اپنی تمام کوششیں صرف کر رہا تھا۔" ...... ان الفاظ سے کوئی کیا سمجھے؟ کیا عباسی حکمرانوں نے مسلکِ اعتزال کو منافقانہ طور پر اس لئے قبول کر رکھا تھا کہ وہ ان علماء و مشائخ کو ہیرو بنا دینا چاہتے تھے اور دار ورَسن کے یہ سارے مظالم صرف اس لئے روا رکھے گئے کہ ان کے بغیر اُنہیں ہیرو نہیں بنایا جاسکتا تھا، کیا ان مصائب و مظالم کا نشانہ بننے سے قبل وہ اپنی للّٰہیت، اخلاص اور خدمت اسلام کی بنا پر پہلے سے ہی لوگوں کے محبوبِ نظر نہ تھے؟ اور کیا اب اربابِ اقتدار کی ظلم کی چکی میں پس کر ہی وہ ہیرو بنے تھے؟

لیکن کیا آج کے معتزلہ نے اور تحریکِ طلوعِ اسلام نے اپنے پیشرو معتزلہ سے کوئی سبق سیکھا؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ جہاں اخلاص نہ ہو، دنیائے دنی کی محبت ہو، اور تحریک کا بانی اور لیڈر خود نظامِ طاغوت کی سرکاری مشینری کے کل پرزہ کی حیثیت سے روٹی کا غلام بن رہا ہو، اور اپنے مخالفین پر 'منکرینِ قرآن' اور 'منافقین' ہونے کے فتوے عائد کر رہا ہو، اور ہر صاحب اقتدار سے ہر دور میں محبت کی پینگیں چڑھا رہا ہو، اپنے فکری حریفوں کے خلاف حکومت کو مشورے دے رہا ہو اور ماضی کے معتزلہ کے نقشِ قدم پر چل کر غیر اسلامی تصورات کو قرآنِ مجید میں سمو ڈالنے کی کوشش میں جتا رہا ہو، اور اپنے کنونشن میں وزراء، اور اربابِ اقتدار کو کرسیٔ صدارت پر بٹھاتا ہو اور اشتراکی ممالک کے سفیروں سے ملاقات کا حریص ہو، وہ 'مفکر قرآن' اگر یہ کچھ نہ کرے، تو آخر اور کیا کرے؟

پاکستان ...... مُلّا ازم ...... پرویز

آیئے، اب یہ دیکھیں کہ قیامِ پاکستان کے بعد اس ضمن میں جناب غلام احمد پرویز کا کیا کردار ہے؟ ہندوؤں سے برہمنیت اور عیسائیوں سے پاپائیت کا تصور لے کر 'مذہبی پیشوائیت' کے نام سے اسے مسلمانوں کی تاریخ کی ایک 'مستقل اور ٹھوس حقیقت' قرار دے ڈالنے کے بعد، اب

---

[71] طلوع اسلام: ۳۰ جولائی، صفحہ ۱۳

www.KitaboSunnat.com

پاکستان کی تاریخ کا بھی اسے حصہ بنا ڈالنے کی کوشش 'مفکر قرآن' نے بایں الفاظ کی ہے:

"اب حالت یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے تحریکِ پاکستان کی اس قدر مخالفت کی تھی، یہاں سب سے زیادہ معتبر بنے ہوئے ہیں اور سرمایہ داری اور تھیاکریسی جن سے نجات حاصل کرنے کے لئے اس مملکت کا وجود عمل میں آیا تھا، اور جن کا ہمیشہ آپس میں گٹھ جوڑ ہوتا ہے، مملکت پر مسلط ہو رہی ہے۔"[42]

"اربابِ شریعت سے، اس طبقے (اربابِ حکومت وسیاست) کا ساجھا ہے اور اس کی وجہ سے یہ حضرات بھی اس ٹھاٹھ کی زندگی بسر کر رہے ہیں جو تشکیل پاکستان سے پہلے ان کے حیطۂ تصور میں بھی نہیں آ سکتی تھی۔"[43]

یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ 'قرآنی گوئبلز' کے نزدیک 'ملائیت' کی بدترین شکل جماعت اسلامی کے پیکر میں پائے کوب ہے، اور یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ اس 'مزاج شناس خدا' کے ہاں "مولانا مودودیؒ ہی ملائیت کے سرخیل ہیں" ...... نیز یہ بات بھی مذکور ہو چکی ہے کہ "جماعتِ اسلامی ہی مُلا ہے۔" لہٰذا پاکستان میں ارباب اقتدار اور جن اربابِ شریعت کے درمیان 'گٹھ جوڑ'، 'ساجھا پن'، 'ملی بھگت' اور 'شریفانہ معاہدہ' ہوا ہے، ان سے مراد جماعت اسلامی ہی کے افراد واَعیان ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو حکمرانوں کے ظلم وستم کے لئے 'شرعی سندات' مہیا کرتے ہیں اور یہی وہ جماعت ہے جو اربابِ اقتدار کی ہاں میں ہاں ملاتی اور ان کی بانہوں میں بانہیں ڈالتی ہے۔ جماعت اسلامی ہی وہ 'مذہبی پیشوائیت' ہے جو اربابِ حکومت کو ظل اللہ کے مقدس خطاب سے نوازتی ہے اور اس کے بدلے میں سربراہانِ مملکت مالی وظائف کا انتظام کیا کرتے ہیں۔ یہی وہ وارثانِ محراب ومنبر ہیں جو عامۃ الناس کو اربابِ تاج وتخت کے لئے اطاعت وانقیاد کا سبق دیتے ہیں اور اُنہیں یہ سمجھاتے ہیں کہ ـــــ راجہ، ایشور کا اوتار ہوتا ہے۔ بادشاہ، خدائی حقوق کا حامل ہوتا ہے۔ اس لئے فرمانروائی، اس کا حق اور اطاعت شعاری تمہارا فریضہ ہے۔ وہ جو کچھ تمہیں دے، اس کی عنایت اور احسان ہے۔ تم اس

---

[42] طلوع اسلام: اکتوبر ۱۹۶۹ء صفحہ ۹

[43] طلوع اسلام: جنوری ۱۹۵۲ء، صفحہ ۱۱+ فروری ۱۹۶۲ء، صفحہ ۷۵

www.KitaboSunnat.com

سے بطورِ حق کچھ مانگ نہیں سکتے۔ تم اس کے حضور جھکو، اسے سجدے کرو، اس کی خیریت کی دعائیں مانگو۔ اس کے ہر حکم کی اطاعت کرو اور اس اطاعت کو اپنے لئے سرمایہ ہزار سعادت سمجھو۔ تم اور تمہارا جو کچھ ہے، وہ اس سب کا مالک ہے۔ اسے ان تمام چیزوں پر کلی اختیار حاصل ہے۔ وہ تمہارا اَن داتا (رازق) اور پالنہار (پروردگار) ہے۔

دروغ گو را حافظہ نہ باید

لیکن وہ جو کہتے ہیں کہ دروغ گو را حافظہ نہ باید، تو اس کی واضح اور بہترین مثال 'قرآنی گوئبلز' کے کردار میں پائی جاتی ہے۔ حکومت کے ساتھ 'ساجھا پن'، 'گٹھ جوڑ' اور 'شریفانہ معاہدہ' کے وقوع کا اعلان کر ڈالنے کے بعد جماعت اسلامی کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ

> ''قیامِ پاکستان کے بعد سے لے کر اس وقت تک ملک میں جو حکومت بھی قائم ہوئی ہے، اس جماعت نے شور مچا دیا ہے کہ اقتدار ان لوگوں کے ہاتھ میں ہے جو فاسق و فاجر ہیں، مغرب زدہ ہیں، خدا و رسول سے بیگانہ ہیں۔ شریعت سے ناآشنا ہیں، کلبوں میں جاتے ہیں۔ جم خانوں میں رنگ رلیاں مناتے ہیں۔ یہ جماعت ہر برسراقتدار پارٹی کے خلاف، اسی قسم کا پراپیگنڈہ مسلسل کرتی چلی آرہی ہے۔''[۴۴]

ایک اور مقام پر جماعتِ اسلامی کی ہر حکومت کے خلاف مخالفانہ پالیسی کو بایں الفاظ بیان کیا گیا ہے:

> ''اس کی ہر دل عزیزی کا راز صرف یہ ہے کہ یہ ہر حکومت کو برابر گالیاں دیتی رہتی ہے۔ موجودہ حکومت ہی کو نہیں، بلکہ پہلے دن سے ہر اُس حکومت کو جس نے ان کی کوئی بات نہیں مانی، اگر یہ آج حکومت کو گالیاں دینا بند کردے تو اس کی ساری شہرت ختم ہوجائے۔ شہرت کیا، اس کا وجود ہی باقی نہ رہے۔''[۴۵]

اب ذرا اس تضاد بیانی کو ملاحظہ فرمائیے کہ جماعتِ اسلامی، ہر حکومت کی مخالف بھی رہی ہے۔ اس کے خلاف شور و غوغا بھی کرتی رہی ہے، اور یہ بھی کہ 'ملا' ہونے کی حیثیت سے اربابِ اقتدار کے ساتھ اس کا گٹھ جوڑ، ساجھا پن اور 'شریفانہ معاہدہ' بھی رہا ہے۔ اب سیدھی

---

[۴۴] طلوع اسلام: مارچ ۱۹۶۷ء، صفحہ ۱۶   [۴۵] طلوع اسلام: جولائی ۱۹۶۷ء، صفحہ ۲۷

www.KitaboSunnat.com

سی بات ہے کہ یا تو مذہبی پیشوائیت کے بارے میں یہ پرویزی قاعدہ کلیہ بالکل بے اصل اور بے بنیاد ہے کہ اس کا اربابِ اقتدار کے ساتھ گٹھ جوڑ ہوا کرتا ہے اور یا پھر یہ کہیے کہ جماعت ِ اسلامی سرے سے 'ملا' ہے ہی نہیں۔ کیا وابستگانِ طلوعِ اسلام اس کی وضاحت فرمائیں گے؟

'مفکرِ قرآن' کا تضاداتی کردار

مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ 'مفکر قرآن' صاحب کے بیانات میں کس قدر تضاد ہوتا ہے۔ اس کی بکثرت مثالیں ان کے لٹریچر میں جگہ جگہ پائی جاتی ہیں۔ یہ بحر تضادات اس قدر وسیع وعریض اور گہرا وعمیق ہے کہ ع سفینہ چاہئے اس بحرِ بیکراں کے لئے

قطع نظر دیگر اُمور کے، 'مفکر قرآن' صاحب، جب اس قسم کی متضاد اور مضحکہ خیز باتیں کرتے ہیں تو ان کی دانش وبینش کے متعلق شبہ گزرنے لگتا ہے۔لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ المیزان پبلی کیشنز کے ساتھ، پھڈا ڈالنے میں یہ صاحب کس قدر زیرک، عیار، چالاک اور چابک دست واقع ہوئے ہیں، تو یہ تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں رہتا کہ وہ اس قسم کی باتیں جان بوجھ کر کرتے رہے ہیں۔ وہ دیدہ دانستہ، ان تضاد بیانیوں کو صرف اور صرف اس لئے اختیار کرتے رہے ہیں کہ اُنہیں ہر حال میں مولانا مودودیؒ اور جماعت ِاسلامی کو بدنام کرنا ہے۔اس مقصد کے پیش نظر وہ جہاں جو بات بھی مناسب سمجھتے کرگزرتے رہے ہیں، قطع نظر اس کے کہ ان میں کتنا تعارض وتناقض پایا جاتا ہے۔ پھر جس قوم میں وہ یہ متضاد باتیں کیا کرتے تھے، اس کی زود فراموشی کو بھی جانتے تھے۔ وہ خود یہ کہا کرتے تھے کہ

''ہمیں معلوم ہے کہ ہماری قوم بڑی زود فراموش واقع ہوئی ہے۔''[۷۶]

چنانچہ قوم کی اس زود فراموشی اور کمزور حافظے کی بنا پر وہ جہاں جو بھی ایسی بات کرتے تھے جس سے ان کی سابقہ بات سے تضاد لازم آتا تو اُنہیں یقین ہوتا تھا کہ اس زود فراموش قوم کے کمزور حافظہ میں میری پہلی بات یقیناً گلدستۂ طاق نسیان ہوگئی ہے، لہٰذا بے دھڑک ہوکر جو کچھ وہ کہنا چاہتے تھے، کہہ ڈالتے تھے اور اپنی اس 'چوری' پر پردہ ڈالنے کے لئے وہ 'سینہ زوری' کا مظاہرہ کرتے ہوئے قوم کے کمزور حافظہ اور ان کی عادت زود فراموشی سے فائدہ اُٹھانے کی

[۷۶] طلوع اسلام: اکتوبر ۱۹۶۸ء، صفحہ ۸

www.KitaboSunnat.com

اپنی عادت کو اپنے حریفوں کی طرف منسوب کر ڈالا کرتے تھے۔

مزید برآں یہ کہ 'مفکرِ قرآن' صاحب جب جماعتِ اسلامی کی انتہائی معاندانہ مخالفت پر اُترتے، تو اس کی وجۂ جواز بیان کرنے میں وہ پھر قلب وقلم کی مغایرت کا شکار ہوجاتے اور جماعتِ اسلامی کے لٹریچر میں سے کوئی حوالہ، کوئی اقتباس، کوئی دلیل اور کوئی ثبوت پیش کئے بغیر محض تسویلِ نفس کے بل پر، یہ وجۂ جواز پیش کیا کرتے تھے کہ......

___ مسلمان قوم، ایک جذباتی قوم ہے جو حقائقِ زندگی سے فرار اختیار کرکے شاعری کرتی ہے اور جماعتِ اسلامی مذہب کی راہ سے جو اُفیون اس قوم کو دیتی ہے، اس سے جذباتی بے راہ روی پیدا ہوتی ہے، اور افرادِ قوم میں سنجیدہ فکر اور متین تدبر کو پیدا نہیں ہونے دیتی، لہٰذا ہم اس کے خلاف ہیں___ (دیکھئے تبصرہ بر 'چراغِ راہ' قیادت نمبر، دسمبر ۱۹۴۹ء کا طلوعِ اسلام)

حالانکہ جماعتِ اسلامی کی مخالفت کے وجوہ میں سے ایک وجہ خود طلوع اسلام نے یہ بیان کی ہے کہ جماعتِ اسلامی اور مولانا مودودی اُس 'قرآنی نظام' کے خلاف ہیں جسے 'مفکر قرآن' نے اشتراکیت کے ساتھ مغربی معاشرت کے لوازمات کو نتھی کرکے اس پر 'قرآنی ٹھپہ' لگا دیا ہے۔ یہی 'قرآنی نظام' چونکہ ان کے نزدیک اصل اسلام ہے جسے وہ پاکستان میں نافذ دیکھنا چاہتے تھے، اور اسی 'قرآنی نظام' کے نفاذ کی راہ میں وہ جماعتِ اسلامی اور اس کے امیر کو سنگِ گراں تصور کیا کرتے تھے۔ اس لئے 'مفکرِ قرآن' نے ان کی مخالفت کو اپنا مقصودِ حیات قرار دے رکھا تھا۔ چنانچہ خود اُنہوں نے اس وجۂ مخالفت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

''اگر مودودیؒ صاحب کے عزائم کی علمبردار اسلامی جماعت یہاں نہ اُٹھتی تو اس خطۂ زمین میں اسلامی نظام یعنی مملکت علیٰ منہاج نبوت کے قیام کے امکانات بڑے روشن تھے۔''[۴۷]

اور اب تک اگر یہ 'قرآنی نظام' نافذ نہیں ہوسکا اور پاکستان، مملکت منہاج نبوت نہیں بن پائی، تو......

''اسکی بنیادی وجہ اور اساسی سبب ایک ہی ہے اور وہ ہے اس بدنصیب ملک میں جماعت کا وجود۔''[۴۸]

---

[۴۷] طلوع اسلام: مئی ۱۹۷۶ء صفحہ ۳۳
[۴۸] طلوع اسلام: مئی ۱۹۷۶ء صفحہ ۲۵

www.KitaboSunnat.com

'یہ پرویز کی نہیں، قرآن کی مخالفت ہے'

اس پر مستزاد یہ امر کہ جو لوگ 'مفکر قرآن' صاحب کی منسوب الیٰ القرآن تعبیر کو نہیں مانتے تھے، اُنہیں وہ اپنا مخالف کہنے کی بجائے قرآنِ مجید ہی کا مخالف قرار دیا کرتے تھے، چنانچہ وہ ......'میری مخالفت کی وجہ'...... کے زیر عنوان، یہ اعلان کیا کرتے تھے کہ

''میں بلاتشبیہ اور بلا تمثیل عرض کرنے کی جرأت کروں گا کہ یہ لوگ میری مخالفت نہیں کرتے کتاب اللہ کی مخالفت کرتے ہیں۔''[۷۹]

اس سے آپ اندازہ لگایئے کہ اُنہوں نے 'قرآنی ڈکٹیٹر شپ' کے کس بلند و بالا مقام پر اپنے آپ کو براجمان کر رکھا تھا۔ حالانکہ قرآنِ کریم کے الفاظ تو یقیناً وحی ہیں لیکن پرویز صاحب کی تعبیرات تو مبنی بروحی نہیں ہیں۔ قرآنی متن میں سہو و خطا کا کوئی امکان نہیں لیکن 'مفکر قرآن' کی قرآنی تعبیرات میں یہ امکان بقول ان کے موجود ہے:

''قرآن تو وحی الٰہی ہے جس میں غلطی کا کوئی امکان نہیں، لیکن میں اپنی قرآنی بصیرت کو کبھی وحی الٰہی قرار نہیں دیتا۔ اس لئے اس میں سہو و خطا دونوں کا امکان ہے۔ بنابریں میں اس پر اِصرار نہیں کرتا کہ جو کچھ میں نے سمجھا ہے، وہ اس باب میں حرفِ آخر ہے، اور وحی الٰہی کی طرح منزہ عن الخطا۔''[۸۰]

اس اقتباس میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ صرف ہاتھی کے دکھانے کے دانت ہیں، ان کے اصل کھانے کے دانت، وہ ہیں جن میں وہ اپنے دعاوی کو قرآن کے دعاوی قرار دیتے ہوئے اپنے مخالفین پر بزعمِ خویش اتمامِ حجت کیا کرتے تھے:

''ہمارا مقصد صرف قرآنی حقائق پیش کرنا ہے، اس سے اگر کسی کے مروّجہ عقیدہ یا کسی کے دعویٰ پر زد پڑتی ہے تو اس کی ذمہ داری ہم پر عائد نہیں ہوتی کیونکہ اس بات میں مدعی قرآن ہے، ہم نہیں۔ ہمارا فریضہ قرآن کے دعاوی کو پیش کرنا ہے اور بس۔''[۸۱]

---

[۷۹] طلوع اسلام: دسمبر ۱۹۷۸ء، صفحہ ۵۲

[۸۰] نظام ربوبیت: صفحہ ۲۳

[۸۱] طلوع اسلام: جنوری ۱۹۸۵ء، صفحہ ۲۱

www.KitaboSunnat.com

تذکرۃ المشاہیر

ڈاکٹر محمد مجیب الرحمٰن☆

سیرت کے شناور مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوریؒ

نومبر ۲۰۰۶ء کے اواخر میں لاہور سے پی آئی اے ائیرلائن کے ذریعے میں دہلی پہنچا جہاں شیخ اصغر علی امام مہدی سلفی اور دیگر اہل حدیث رفقا کی معیت میں چند دن گزارنے کا موقع ملا۔ دہلی کے دورہ میں حضرت مولانا عبدالجلیل عبدالمعید اور ماہر لسانیات مولانا علامہ عبدالقدوس، اطہرابن احمد نقوی وغیرہ حضرات سے ملاقاتیں رہیں۔ اہل حدیث منزل، اہلحدیث کمپلیکس، المعہد العالی، جامع مسجد اہل حدیث اور مکتبہ ترجمان وغیرہ میں بھی اکثر آنے جانے کا موقع ملتا رہا۔

دہلی قیام کے دوران 'ابوالکلام آزاد اویکننگ سنٹر' کے صدر محترم جناب مولانا عبدالحمید رحمانی کی طرف سے بلاوا آیا۔ ان کے ہاں پہنچے ہی تھے کہ اچانک ایک روح فرسا وجگر خراش خبر سن کر کلیجہ منہ کو آ گیا۔ یہ جاں گسل، دل فگار اور جان کاہ اطلاع تھی، عالم اسلام کی نامور عظیم شخصیت، علامہ زمان، ادیبِ اریب، خطیبِ دوراں، مفسر قرآن، مؤرّخِ عصر، معروف و مشہور قلم کار و دانشور اور سب سے بڑھ کر شہرۂ آفاق سیرت نگار کی وفاتِ حسرت آیات اور انتقالِ پُرملال کی۔ فارسی، عربی و اُردو کے اس صاحبِ طرز ادیب و عالمِ بے بدل سے میری مراد ہے حضرت مولانا شیخ صفی الرحمٰن مبارکپوریؒ جو طویل علالت کے بعد عالم آخرت کو سدھار گئے۔ آپ کی وفات گویا ہم عصر علمی دنیا کے لیے عظیم سانحہ اور ایک عہد کا خاتمہ ہے۔ اللہ پاک اُنہیں غریق رحمت کرے، کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین ثم آمین یا ربّ العالمین!

مولانا موصوف نے 'مبارکپور' نامی بھارت کے ایک مشہور و معروف دور اُفتادہ مگر زرخیز

☆ ڈائریکٹر اعلیٰ تعلیمی مرکز، نیویارک......سابق صدر شعبۂ عربی و اسلامیات، راجشاہی یونیورسٹی، ڈھاکہ

www.KitaboSunnat.com

ومردم خیز خطہ میں آنکھ کھولی جہاں بہت سے یگانۂ عصر نے جنم لیا اور بڑی منتخب روزگار شخصیات پیدا ہوئیں۔جن میں قاضی اطہر مبارکپوری، مولانا عبیداللہ مبارکپوری رحمانی مصنفِ مرعاۃ المفاتیح، حضرت مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری مصنفِ تحفۃ الاحوذی وتحقیق الکلام، مولانا امین اثری مبارکپوری، مولانا عبدالصمد مبارکپوری، مولانا عبدالسلام مبارکپوری مصنفِ سیرۃ البخاری وغیرہ رحمہم اللہ کے نام قابل ذکر ہیں۔مولانا ممدوح بھی اسی سلسلۃ الذھب کی ایک کڑی تھے۔

حضرت مولانا کی پیدائش ۱۹۴۲ء کے وسط میں، مبارکپور کی شمالی جانب کئی فرلانگ کے فاصلہ پر ایک چھوٹی سی گمنام بستی حسین آباد میں ہوئی۔ بچپن کی ابتدائی تعلیم یعنی قرآنِ مجید وغیرہ اپنے دادا امجد اکبر اور چچا محمد عبدالصمد سے حاصل کی۔ پھر مدرسہ دارالتعلیم میں داخل ہوئے اور بڑے اچھے نمبروں میں ابتدائی درجات کو مکمل کرتے ہوئے مدرسہ احیاء العلوم مبارکپور میں عربی درجات میں داخل لے لیا۔ وہاں دو سال مکمل کرنے کے بعد مدرسہ فیضِ عام مئوناتھ بھنجن میں جو جماعتِ اہلحدیث کا ایک قدیم اور بنیادی تعلیمی ادارہ ہے،تشریف لے گئے۔

مولانا مبارکپوری؛ تدریس کے میدان میں

◉ ۱۹۶۱ء میں اپنی تعلیم مکمل کرتے ہوئے باقاعدگی کے ساتھ جب سند لے کر فارغ التحصیل ہوئے تو بڑی عزت کے ساتھ وہیں اسی ادارہ میں ایک قابلِ احترام مدرّس کی حیثیت سے ان کی تقرری ہوگئی۔ دریں اثنا آپ فتویٰ نویسی بھی فرماتے رہے اور الٰہ آباد بورڈ کے زیراہتمام عربی، فارسی وغیرہ کے مولوی عالم و فاضل جیسے سرکاری امتحانات میں بھی شریک ہوئے اور اپنی غیر معمولی ذہانت و فطانت کی بنا پر ان تمام امتحانات میں اوّل درجے میں کامیاب ہوئے۔ ذلك فضل الله يوتيه من يشاء

◉ کئی سال تک آپ نے مئوناتھ بھنجن کی دانش گاہ 'مدرسہ فیض عام' میں سنجیدگی وتندہی کے ساتھ تعلیمی وتدریسی فرائض سرانجام دیے۔ پھر آپ کو دارالحدیث الاثریہ میں تعلیمی ذمہ داری سونپی گئی۔ ان تدریسی فرائض کو بحسن وخوبی سرانجام دینے کے دوران آپ نے فنِ خطابت وشعلہ بیانی اور پرجوش وولولہ انگیز تقاریر میں بھی اپنے جوہر پیش کیے۔

◉ ۱۹۶۶ء کے اوائل میں آپ نے مدرسہ فیض العلوم، مسیونی مدھیہ پردیش میں ایک

www.KitaboSunnat.com

کامیاب اُستاد اور مدیر التعلیم کی حیثیت سے اپنی خدمات کا آغاز کیا۔ وہاں تقریباً چھ سال کی مدت گزارنے کے بعد اہل وطن کے شدید اصرار کی وجہ سے اپنی مادرِ علمی مدرسہ دار التعلیم مبارکپور میں تشریف لے گئے جہاں صدر مدرّس اور پرنسپل کے عہدہ پر دو سال تک فائز رہے۔

◉ ۱۹۷۴ء میں بنارس میں ریوڑی تالاب کی مرکزی درس گاہِ اہلحدیث، یعنی دار العلوم الجامعہ السّلفیہ کی طرف سے دعوت موصول ہوئی کہ وہ اپنی تمام تر خدمات و توجہات کو جامعہ سلفیہ کے لئے وقف کر دیں۔ چنانچہ وہ اکتوبر ۱۹۷۴ء میں بنارس کے جامعہ سلفیہ پہنچ کر ۱۹۸۸ء یعنی چودہ سال کی طویل مدت تک وہاں درس و تدریس کی خدمات انجام دیتے رہے۔ اس دوران آپ ماہنامہ 'محدث' بنارس کے مدیر مسئول اور جامعہ کے تحقیقاتی ادارے میں بھی ایک محقق کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔

موصوف انتہائی ذہین و فطین اور گوناگوں ممتاز خوبیوں کے مالک تھے۔ جامعہ سلفیہ میں قدم رکھتے ہی ان کی خوبیوں کے جوہر مزید کھلے اور انہیں پھلنے پھولنے کا موقع مل گیا۔ گویا ان کی ساری صلاحیتوں کو دَمک اور جلا مل گئی اور تمام مسدود راہیں وا ہوگئیں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اُنہیں بڑی عظیم صلاحیتوں و قابلیتوں سے نوازا تھا۔ وہ بیک وقت ایک قابل مفسر و محدث بھی تھے اور مدرّس و محقق اور مناظر بھی؛ ایک حاذق و ماہر علمِ فرائض بھی اور بلند پایہ سیرت نگار بھی۔ فارسی، اُردو و عربی زبانوں میں اُنہیں یدِ طولیٰ اور بڑی مہارت حاصل تھی۔ وہ اعلیٰ پایے کے دانش ور، قلم کار، انشا پرداز اور نثر نگار تھے۔ اُن کی قوتِ حافظہ بڑی تیز، پختہ، پائیدار اور مضبوط تھی۔ احادیث کے مختلف درجات، رواۃِ حدیث کے احوال اور لغتِ عربی کے حلِ اشکالات کے سلسلہ میں وہ کلیدی صلاحیت کے حامل تھے۔ بسا اوقات اور بوقتِ ضرورت مختلف اُلجھے ہوئے شرعی و پیچیدہ مسائل کے حل اور سلجھاؤ کی خاطر فتویٰ بھی دیا کرتے تھے۔ اس لحاظ سے وہ ایک تسلیم شدہ اور مانے ہوئے مفتی بھی تھے۔ ان کے برجستہ اور فی البدیہہ فتاویٰ بھی تسلی بخش ہوا کرتے۔ اجتہاد و استنباط کا مادّہ اور صلاحیت ان کی ذات میں بدرجۂ اتم بلکہ کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

www.KitaboSunnat.com

مولانا مبارکپوری کا دورۂ پاکستان

دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں آپ نے ملک اور بیرونِ ملک کے بھی گوشے گوشے اور چپے چپے میں دورے اور سیر وسیاحت کی۔ بلادِ خلیج کا تو آپ نے بار بار دورہ کیا۔ تقریباً سولہ سال تک مدینہ منورہ اور سعودی عرب کے دار الخلافہ 'ریاض' میں اقامت پذیر رہے۔ اسی طرح امریکہ، برطانیہ اور پاکستان وغیرہ کا بھی سفر کیا۔

سرزمینِ پاکستان میں آپ کی آخری تشریف آوری اور ورودِ مسعود ۲۰/۲۱ سال قبل یعنی ۱۹/نومبر تا ۱۰ دسمبر ۱۹۸۵ء کو ہوا۔ حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی (۱۹۰۹ء تا ۱۹۸۷ء) مؤقر ہفت روزہ 'الاعتصام' کے اس زمانہ (۱۹۸۵ء) میں مدیر مسئول تھے۔ ان کے ہی خلف الرشید وتربیت یافتہ شہرۂ آفاق عالم دین جناب مولانا حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اس دور میں 'الاعتصام' کے روحِ رواں تھے۔ حضرت مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری کی تشریف آوری کے موقع پر ان کے اعزاز میں شیش محل روڈ کے دارالدعوۃ السّلفیہ میں ایک پُرشکوہ استقبالیہ دیا گیا۔ ہم عصر علماے کرام و دانشورانِ عظام نے دور دراز علاقوں سے آکر اس تقریب کو اور بھی رونق افروز بنایا اور چار چاند لگا دیے۔ جناب محترم حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ نے خطبۂ استقبالیہ پیش کیا۔ آگے چل کر یہ خطبہ مولانا علیم ناصری کے قلم سے دورہ کی مختصر سی روداد کے ساتھ 'الاعتصام' کے ۲۰ دسمبر ۱۹۸۵ء کے شمارہ میں شائع ہوا۔

مولانا مبارکپوری؛ امریکہ میں

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری کو رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی طرف سے امریکہ جانے کا موقع بھی ملا۔ یہ واقعہ وسط دسمبر ۱۹۸۳ء کا ہے۔ اس وقت رابطہ کے سیکرٹری جنرل شیخ محمد علی الحرکان تھے جنہوں نے ٹیلی گرام کے ذریعہ شیخ مبارکپوری کو ۹ تا ۱۲/ربیع الاوّل ۱۴۰۲ھ میں منعقد ہونے والی عالمی سیرت کانفرنس میں باضابطہ شرکت کی دعوت دی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ماہ ربیع الاوّل کے ساتھ سیرت النبی ﷺ کانفرنسز کا تعلق اور رابطہ بڑا گہرا ہے۔ ٹھیک اسی طرح یہ بھی ایک جیتی جاگتی حقیقت ہے کہ رابطہ مذکورہ مکہ مکرمہ کا باضابطہ نمائندہ بن کر اس قسم کے عظیم اور بین الاقوامی سیمینارز میں عملی شرکت وشمولیت کا زرّیں

www.KitaboSunnat.com

موقع اور دعوت ہما شما کو نصیب نہیں ہوا کرتی۔ یقیناً یہ عزت اور وقار قابل رشک ہے!

امریکہ کی ریاست کیلی فورنیا میں یہ پُرشکوہ کانفرنس منعقد ہورہی تھی۔ رابطہ کے عزت مآب جنرل سیکرٹری نے آپ کو اس میں تقریر کرنے اور مقالہ پڑھنے کا موضوع بھی بتا دیا تھا۔ اس سدابہار عنوان کا نام تھا: **'سیرتِ نبوی ﷺ اور ہماری زندگی میں اس کے تقاضے'**

امریکی ریاست کیلی فورنیا کے شہر آرینج کاؤنٹی میں واقع سیمینار گاہ میں پہنچ کر مولانا موصوف نے جب تقریر شروع کی اور مقالہ پڑھا تو وہ واقعی بڑا ہی مؤثر، مدلل اور فکر انگیز تھا۔ سیمینار گاہ میں سب سے پہلے مولانا موصوف کی ملاقات و زیارت جس شخصیت سے ہوئی تھی، اس کا نام تھا پروفیسر ڈاکٹر احمد حسین صغیر۔ مولانا موصوف کی طرح اُن کی تقریر بھی بہت پُرجوش، بامقصد اور ولولہ انگیز تھی۔ یہ میری خوش بختی ہے کہ اس راقم عاجز کے ساتھ بھی پروفیسر ڈاکٹر صغیر موصوف کی باہمی شناسائی اور تعارف بڑا پرانا ہے۔ امریکہ و یورپ کی کئی کانفرنسوں میں اُن کے ساتھ راقم کو ملاقات کا اتفاق ہوچکا تھا اور ان ملاقاتوں میں وہ مجھے اپنی شاہکار تصنیفات بطور ہدیۂ متواضعہ مرحمت فرما چکے تھے۔ اُن دنوں وہ شکاگو یونیورسٹی میں غذائیات کے نامور پروفیسر تھے۔

اس کانفرنس میں جن دیگر مایہ ناز شخصیات اور قابل قدر ہستیوں نے شرکت کی اور اس اوّلین نشست کو زینت بخشی، ان میں سے دو تو خاص طور پر قابل ذکر ہیں: جناب داؤد اسعد اور جناب ڈاکٹر مزمل صدیقی۔ اوّل الذکر فلسطین کے باسی اور رابطہ عالم اسلامی نیویارک کے معاون مدیر تھے۔ مزید برآں وہ انٹرنیشنل سپریم کونسل برائے مساجد (مکہ مکرمہ) کی شاخ نیز امریکہ و کینیڈا کی مسجدوں کی براعظمی مجلس کے جنرل سیکرٹری بھی تھے۔ اتنے اہم مناصب اور اعلیٰ عہدوں پر فائز ہونے کے باوجود مولانا مبارکپوریؒ کے ساتھ ان کا برتاؤ اور معاملہ ہمیشہ ایک خادم اور بندۂ ناچیز سا رہا، کیونکہ سید القوم خادمهم کا راز گویا اسی میں مضمر ہے۔

مؤخر الذکر جناب ڈاکٹر مزمل صدیقی نے بھی، وہاں کے سب سے بڑے کرتا دھرتا اور سپریم کونسل (المَجلس الأعلىٰ) کے امیر بالا ہونے کے باوجود حضرت مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری کے ساتھ نہایت منکسر مزاجی، عاجزی و خوش معاملگی کی روش اور برتاؤ پیش کیا۔

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر موصوف کے ساتھ پہلے ہی سے میری شناسائی اور تعارف موجود تھا، اس بنا پر میں ان کی گونا گوں خوبیوں سے اچھی طرح واقف تھا، کیونکہ ۱۹۹۳ء کے اَواخر میں جب میں نے بوسٹن اور نیو کیمبرج کے عالمی سیمینار میں عملی شرکت کی غرض سے حاضری دی تو کیا دیکھا کہ ڈاکٹر صدیقی موصوف وہاں پر خصوصی مہمان بن کر پہلے ہی سے تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھتے ہی باغ باغ ہوئے اور بغل گیر ہوگئے۔ سراپا اخلاص اور مجسمۂ نیاز مندی جس کا یہ عالم تھا کہ خلائق کے ادنیٰ سے کارِ خیر میں بھی بڑھ چڑھ کر نمایاں حصہ لینے کی جانفشانی اور کاوش فرماتے تھے۔

'الرحیق المختوم' کے تصنیفی مراحل اور مقبولیت

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے عظیم سرخیل شیخ ابوخلیل تونی جیسے سعودیہ کے امیر بالا اور سرکردہ شخصیت نے آخر مولانا مبارکپوریؒ کی اس قدر پُرتپاک آؤ بھگت اور استقبال کیوں کیا؟ اس سوال کا جواب صرف ایک ہی ہے اور وہ ہے مولانا کی مایۂ ناز تصنیف 'الرحیق المختوم' اور دیگر شاہکار تصانیف ......!

یہی وہ تصنیفِ لطیف ہے جس نے آپ کو عظمت اور دوامی شہرت و نیک نامی کو بامِ ثریا پر پہنچا دیا۔ اس کی تالیف وتصنیف کے تاریخی پس منظر میں بھی ایک طویل داستان ہے۔ اور وہ یہ کہ ۱۹۷۶ء میں کراچی کی بین الاقوامی سیرت کانفرنس کے اختتام پر رابطۂ عالم اسلامی نے سیرتِ نبویؐ کے موضوع پر مقالہ نویسی کا ایک عالمی مقابلہ منعقد کرنے کا اعلان کیا جس میں دنیا بھر کے اہل علم کو دعوت دی گئی کہ وہ سیرتِ نبوی کے موضوع پر دنیا کی کسی بھی جیتی جاگتی زبان وادب میں مقالہ قلم بند کریں۔ پھر کیا تھا؟ دنیا کے تمام قلم کاروں نے فوراً ہی اپنی بساط کے مطابق عالمی مقابلہ کے اس وسیع وعریض میدان میں کوشش وکاوش شروع کردی، کیونکہ اس عالمگیر مقابلہ کے انعامات بھی خطیر تھے اور پہلی، دوسری، تیسری، چوتھی اور پانچویں پوزیشن حاصل کرنے والوں کو علیٰ الترتیب پچاس، چالیس، تیس، بیس اور دس ہزار ریال کے انعامات دیئے جانے کا اعلان کیا گیا تھا۔

مولانا نے جب اس شاہکار تالیف کو ترتیب دیا، اس وقت آپ بنارس کی عظیم دانش گاہ الجامعہ السّلفیہ میں اُستاد تھے۔ دراصل وہاں کے تلامذہ، اساتذہ واَقارب نے اس کام پر اُنہیں

پیہم اصرار کیا اور یہ اسی پیہم اصرار اور تاکید پر تاکید کا نتیجہ تھا کہ مولانا اس سیرت نگاری کے عالمی مقابلہ کے لئے پوری طرح مستعد ہوگئے۔ پھر جب اس کام کے لئے آپ نے اپنے زور دار و سیال قلم کو جنبش دی تو وہ اپنی مادری زبان اُردو میں نہیں بلکہ قرآنِ مجید کی زبانِ عربی یعنی لسانِ مبین میں۔ حالانکہ اس سے قبل آپ کو عربی زبان میں تحریر وتصنیف کا کوئی تجربہ نہ تھا۔ آپ نے عرب کی کسی بھی یونیورسٹی کا منہ دیکھا تھا، نہ سعودی عرب میں ان کا رابطہ یا آمدو رفت کا کوئی سلسلہ تھا۔

جب عربی زبان میں لکھنے کے لئے قلم اُٹھایا تو یوں فراٹے، روانی وسلاست سے لکھتے ہی چلے گئے کہ گویا یہ ان کی مادری زبان ہو۔ ان کی یہ عربی تحریر برائے تحریر نہ تھی بلکہ اُس میں لطافت، لچک، زور اور سلاست ان لوگوں کی عربی تحریروں سے بھی بڑھ کر تھی جو عربی ماحول میں پلے بڑھے اور برابر لکھتے بھی رہے۔

دراصل اُن پر اُن دنوں ایک عجیب سا جنوں اور مخصوص کیفیت طاری تھی۔ کتبِ سیر کا پیہم مطالعہ اور تصنیفی لگن سے وہ دیوانگی وسرشاری کا لطف اُٹھاتے تھے۔ کبھی تو وہ سیرت کے حوالہ سے اس موضوع سے متعلق عربی اشعار گنگناتے اور کبھی کسی نص کو دہراتے نظر آتے۔ اس طرح سے کوئی پانچ چھ ماہ کے اندر مسودہ پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا۔ تسوید کے بعد اب ان کے پاس تبییض کی قطعاً فرصت نہ تھی۔ پھر حضرت مولانا عبدالجلیل عبدالمعید علی گڑھی کے کندھوں پر یہ اہم ذمہ داری ڈالی گئی اور اُنہوں نے قلیل سی مدت میں ہی یہ عظیم ذمہ داری بدرجہ اتم و بطریق احسن نبھائی۔ مسلسل اور پیہم تبییض کے کاموں میں جب اُنہیں شدید تھکاوٹ محسوس ہوا کرتی تو برخوردار حافظ محمد الیاس میاں (فاضل مدینہ یونیورسٹی، حال مقیم ریاض) بہترین چائے اور اس کے لوازمات سے دونوں حضرات (شیخ مبارکپوری و شیخ عبدالمعید علی گڑھی) کے جسموں کو قدرے حرارت اور چستی وتوانائی پہنچاتے۔

اس معیاری وغیر معمولی کام میں محترم المقام جناب عزیر شمس نے بھی عملی طور پر شرکت کی تھی جو کہ فضیلۃ الشیخ جناب محترم شمس الحق (شیخ الحدیث مدارسِ عربیہ بہار و بنگال) کے فرزندِ ارجمند ہیں۔ حسنِ اتفاق سے یہ دونوں اس راقم عاجز کے بھی قریبی رشتہ دار ہیں۔ یہ شیخ عزیر شمس ہی تو

تھے جنہوں نے سب سے پہلے شیخ مبارکپوری کو رات کے سناٹے میں رابطہ کی طرف سے پہلا انعام پانے کا مژدۂ جاں فزا سنایا تھا۔

'الرحیق المختوم' کو جو عالمی و آفاقی مقبولیت اور ہر دل عزیزی حاصل ہوئی، وہ یقیناً تائید ِالٰہی کا ایک عجیب وغریب کرشمہ ہے۔یہی وہ مایہ ناز وشہرہ آفاق سیرت کی کتاب ہے جس سے متاثر ہوکر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے جنرل سیکرٹری فضیلۃ الشیخ عمر محمد فلاتہ اور امامِ کعبہ کے والد ماجد شیخ عبداللہ بن حمید نے ہندوستان سے اُنہیں بلا کر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے مرکز خدمة السُنّة والسيرة النبوية ﷺ کا ایک عہدہ بھی تفویض کردیا۔یہ عہدہ الباحث المحقق یعنی ریسرچ فیلو کا تھا۔

الرحیق المختوم، بنگلہ زبان میں

دنیا کی لگ بھگ ۹ زبانوں میں 'الرحیق المختوم' کا ترجمہ ہو چکا ہے۔اس سے بخوبی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کتاب ہِذا کی مانگ اور چاہت عالمی مارکیٹ میں کس قدر زیادہ ہے۔ مختلف زبانوں کے جامہ پہنانے، منتقل کرنے اور تراجم وغیرہ کی یہ بہتات و کثرت کو دیکھ کر مولانا نے دل ہی دل میں یہ سوچا کہ کیوں نہ اسے بنگلہ زبان میں بھی منتقل کردیا جائے؟ کیونکہ پورا بنگلہ دیش، مغربی بنگال، اراکان، آسام اور تریپورا وغیرہ کے بعض حصوں میں بھی یہ زبان بولی جاتی ہے۔ چنانچہ اُنہوں نے مجھے ۱۹۹۲ء کے اَواخر میں راجشاہی یونیورسٹی کے پتے پر خط لکھا اور فوری طور پر ترجمہ کا کام شروع کرنے کے لئے کہا۔

اور ساتھ یہ لکھا کہ جہاں تک اس کتاب کو زیورِطبع سے آراستہ کرنے کا تعلق ہے تو میں اپنے شاگردِ رشید 'ابن اِسماعیل' کو کہہ دوں گا اور رقم بھی ارسال کروں گا۔

واضح رہے کہ یہ وہی ابن اسماعیل صاحب ہیں جنہوں نے جامعہ سلفیہ بنارس میں مولانا ممدوح کے پاس زانوے تلمذ طے کرتے ہوئے مدتوں علومِ نبویہؐ کی خوشہ چینی کی تھی۔ انہوں نے مغربی بنگال کے نالہاٹی نامی ضلع رشید آباد و ساگردیگھی کے ایک قصبہ میں 'ہلال بک ایجنسی' نامی کتب خانہ کی بھی داغ بیل ڈالی ہے۔

ابھی میں 'الرحیق المختوم' کے ابتدائی حصہ کا ترجمہ ہی کر پایا تھا کہ میرے بیٹے پروفیسر ڈاکٹر

www.KitaboSunnat.com

یوسف صدیق نے مجھے نیویارک بلالیا، لہٰذا مجھے ترجمہ کی یہ ذمہ داری اپنے ایک شاگردِ رشید مولانا شیخ عبدالخالق رحمانی کے سپرد کرنا پڑی۔اُنہوں نے پھر ہم دم و ہم نواؤں سے مل کر ترجمہ کے اسی اہم کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا۔

یہاں پر ایک اور شخصیت کا نام بھی خاص طور پر قابل ذکر ہے جن کی پیہم مشقت، اَن تھک زحمت اور لگاتار صعوبت نے اس کام کو کچھ آگے بڑھایا، وہ ہیں راجشاہی پی ٹی ای سنٹر کے پروفیسر جناب سیف الدین احمد۔ اس کے ساتھ ایک اور قابل قدر ہستی اور عظیم شخصیت بھی منسلک و شاملِ حال رہی۔اس ہستی سے میری مراد ہے حضرت مولانا معین الدین کی ذات ستودۂ صفات۔ موصوف مغربی بنگال کے مالدہ ضلع میں کلیا چک کے باسی تھے اور راجشاہی یونیورسٹی سکول میں اسلامیات و عربی کے استاد بھی تھے۔ وہ صرف میرے چہیتے شاگردِ رشید ہی نہیں بلکہ اور بھی مختلف اطراف سے ان کے ساتھ میرا گہرا رابطہ اور تعلقات استوار تھے۔

بہرکیف اس طرح ہم سب کی متفقہ جدوجہد اور کد وکاوش سے 'الرحیق المختوم' کا بنگلہ ایڈیشن کا مکمل مسودہ تیار ہوگیا۔ بالآخر ہم نے اس مسودہ کو شیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری کے شاگردِ رشید جناب عبداللہ اسماعیل کے حوالہ کیا تاکہ وہ کلکتہ سے بڑے دیدہ زیب اور دلکش انداز میں زیورِ طبع سے آراستہ کرتے ہوئے خصوصی اشاعت کا انتظام کریں۔

چنانچہ ہماری قوی توقعات و اُمیدوں کے مطابق ایسا ہی ہوا۔'الرحیق المختوم' کے نام سے جب کتاب چھپ کر ہمارے سامنے آگئی تو ہماری شادمانی ومسرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ یقین مانیں کہ ہم سب اس قدر باغ باغ ہوئے کہ پھولے نہ سماتے تھے۔ ہر دل عزیزی اور مقبولیتِ خاص و عام کا یہ عالم تھا کہ قلیل سی مدت میں ہی سارے نسخے ختم ہوگئے۔

بنابریں اب دوسرے ایڈیشن کی نوبت آگئی۔ چنانچہ یہ دوسرا ایڈیشن بھی سابقہ رعنائی ونکھار اور پہلی سی آب وتاب اور دلکشی لیے سرزمینِ بنگال کے قارئینِ کرام وخواندگانِ عظام کے رُوبرو نمودار ہوا۔لیکن 'چراغ تلے اندھیرا' ضرب المثل مشہور ہے۔ چنانچہ اس نئے ناشر نے ڈھٹائی و بے مروّتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مترجم کے نام یک لخت حذف کرکے صرف ناشر کے نام سے ہی اُسے شائع کرنے پر اکتفا کیا۔'بریں عقل و دانش بباید گریست'

www.KitaboSunnat.com

عربی شاعر نے بھی کیا خوب کہا:

ولمثل هذا يذوب القلب من كمد

إن كان في القلب إسلام وإيمان

واللہ! یہ کس بلا کی خیانت ہے۔ اللہ پاک ہم سب کو اس قسم کی خیانت سے محفوظ رکھے، آمین! سننے میں آیا کہ اس شخص کا نام حافظ محمد منیر ہے۔

الرحیق المختوم، اُردو زبان میں

جہاں تک اس کے اُردو ترجمہ کا تعلق ہے تو علامہ مبارکپوریؒ نے بذاتِ خود ہی اس محنت طلب کام کو سرانجام دیا اور بنفسِ نفیس ہی اپنی مایہ ناز و شاہکار تصنیف 'الرحیق المختوم' کو اُردو زبان کے قالب میں بڑے شاندار و جاندار پیرائے میں ڈھال دیا۔ اُردو میں اُسے منتقل کرنے کا یہ مشکل کام آپ نے اور کسی کو کرنے نہیں دیا، کیونکہ صاحب البيت أدرٰی بما فيه عربی کا مشہور و معروف مقولہ ہے یعنی ''اندرونِ مکان میں کیا ہے؟ وہ مکین ہی سب سے بہتر جانتا ہے، اس مکان میں نو وارد کو ہرگز اس سے پوری واقفیت نہیں ہوسکتی۔'' یہی وجہ ہے کہ عربی کی طرح ان کے بامحاورہ اُردو اُسلوب میں بھی جہاں پختگی و پائیداری صاف جھلکتی ہے وہاں سلاست و روانی کا بھی سیلِ بلاخیز ہے۔

جب اپنے زور دار و سیال قلم کو آپ جنبش دیتے تھے تو قلم کی رفتار تیز بلکہ برق رفتار ہوا کرتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ۶۵۶ صفحات کی کتاب (اُردو الرحیق المختوم طبع جدید) آپ نے بہت تھوڑے عرصہ میں مکمل کر لی۔ یہ کام جان جوکھوں اور صبر و تحمل کا تھا، مگر آپ نے بھی ناسازگار اور کٹھن سے کٹھن حالات میں کبھی مایوسی، قنوطیت اور شکست خوردگی کو اپنے پاس پھٹکنے نہیں دیا، اور نہ ہی ان کی بوقلموں اور گوناگوں صلاحیتیں و قابلیتیں کبھی کسی کی منت پذیر ہوئیں۔ سفر و حضر ہر دو حالات میں ان کی لطیف ذہانت اور دقیق فطانت کے شگوفے کھلتے اور پھلجھڑیاں چھوٹتی رہتیں۔

'الرحیق المختوم' پر پہلا انعام

مارچ ۱۹۷۶ء بمطابق ربیع الاوّل ۱۳۹۶ھ کو پاکستان کی سرزمین میں سیرتِ نبویہؐ کی پہلی کانفرنس کے اختتام کے موقع پر رابطہ عالم اسلامی نے اسی سلسلہ میں ایک عالمی

www.KitaboSunnat.com

مقابلہ کا اعلان کردیا جس کی مختلف شرائط پر پورے اُترنے والوں کے انعامات کی تفصیل تو ہم نے سطورِ بالا میں ہی قلم بند کردی۔اس طرح سے رابطہ اسلامی کی طرف سے تقسیم انعامات کا یہ اعلان اُنس ومحبت ِنبویؐ سے سرشار اہل علم و دانشوروں کے لئے مہمیز ثابت ہوا۔ چنانچہ اب تو اُنہوں نے بڑھ چڑھ کر اس مقابلہ میں حصہ لیا۔

ہمارے محترم بھائیوں نے مختلف زبانوں میں جب مقالات بھیجنے شروع کردیئے تو ان کی تعداد ۱۷۱ تک جا پہنچی جن میں سے ۸۴ مقالے صرف عربی زبان میں تھے، کیونکہ یہ قرآنِ مجید کی زبان اور رابطہ عالم اسلامی کی دفتری زبان تھی۔

ان مقالات کی چھان پھٹک، جانچ پڑتال اور استحقاقِ انعام کے لحاظ سے ان کی ترتیب قائم کرنے کے لئے رابطہ عالم اسلامی نے دنیا بھر کے شہرہٴ آفاق علماء و دانشوروں کی ایک مضبوط کمیٹی تشکیل دی جس کی سفارشات کے مطابق انعام حاصل کرنیوالوں کی ترتیب یہ رہی:

① پہلا انعام: شیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری، جامعہ سلفیہ، بنارس، ہند

الرحيق المختوم بزبانِ عربی

② دوسرا انعام: ڈاکٹر ماجد علی خان، جامعہ ملّیہ اسلامیہ، نئی دہلی ہند

خاتم النّبیین ﷺ بزبانِ انگریزی

③ تیسرا انعام: ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، صدر اسلامی یونیورسٹی، بہاولپور، پاکستان

'پیغمبر اعظم و آخر' بزبانِ اُردو

④ چوتھا انعام: پروفیسر حامد محمود محمد منصور لیمو، مصر

منتقى النقول في سيرة أعظم الرسول ﷺ بزبانِ عربی

⑤ پانچواں انعام: پروفیسر عبدالسلام ہاشم حافظ، مدینہ منورہ، سعودی عرب

سيرة نبي الهدى والرحمة بزبانِ عربی

رابطہ عالم اسلامی نے ان کامیاب افراد کے ناموں کا اعلان شعبان ۱۳۷۸ھ میں کراچی (پاکستان) میں منعقد ہونے والی پہلی ایشیائی اسلامی کانفرنس میں کیا اور اکناف و اطراف میں وسیع پیمانہ پر اشاعت کی غرض سے تمام جرائد و اخبارات کو اس کی اطلاع بھی بھجوا دی۔ بعد ازاں

www.KitaboSunnat.com

تقسیم انعامات کے لئے رابطہ نے مکہ مکرمہ میں اپنے مستقر پر امیر سعود بن عبدالمحسن بن عبدالعزیز کی سرپرستی میں ۱۲/ربیع الآخر ۱۳۹۹ھ بروز ہفتہ کی حسین صبح ایک باوقار تقریب منعقد کی۔ امیر سعود مکہ مکرمہ کے گورنر امیر فواز بن عبدالعزیز کے سیکرٹری تھے۔ چنانچہ اس تقریب میں گورنرِ مکہ کے نائب کی حیثیت سے موصوف نے انعامات تقسیم کئے۔

تقریب کی روداد

پانچوں انعامات کے اعلان، تقسیم اور مقالہ نگاروں کو تقسیم انعامات کی غرض سے مکہ مکرمہ کی مقدس سرزمین میں رابطہ عالم اسلامی کے مستقر پر ایک ذی شان اور پُر رونق تقریب منعقد کی گئی۔ اس تقریب کی افتتاح میں تلاوتِ قرآنِ مجید کے بعد ہی رابطہ کے نائب سیکرٹری جنرل محترم شیخ علی المختار نے توضیحاتِ مذکورہ کے بعد حوصلہ افزائی، مبارکباد اور دعائیہ کلمات پر اپنی تقریر ختم کی۔

بعد ازاں حسین آباد بھارت کے مایہ ناز سپوت شیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری کو اظہارِ خیال کی دعوت دی گئی۔ آپ نے اپنی مختصر مگر پُر جوش تقریر میں پاک و ہند اور بنگلہ دیش میں دعوت وتبلیغ بعض ضروری لیکن متروک وملتوی گوشوں کی طرف سامعین اور حکامِ بالا کی توجہ مبذول کرائی۔ نیز اس کے لازمی نتائج واثرات پر بھی روشنی ڈالی۔ جواباً رابطہ کی طرف سے بھی ان معاملات کے سلجھاؤ کی توقع دلائی گئی۔

پھر امیر محترم سعود بن عبدالمحسن نے اپنی مختصر مگر جامع تقریر کے بعد ترتیب وار پانچوں انعامات تقسیم فرمائے۔ یہی وہ تاریخی تقریر اور تقریبِ تقسیم انعامات تھی جس کی بدولت شیخ موصوف کو خصوصی طور پر پہلی دفعہ حرمین شریفین کی زیارت کی سعادت نصیب ہوئی۔

اس موقع پر رابطہ کے سیکرٹریٹ کی طرف سے یہ بھی اعلان کیا گیا کہ ان کامیاب مقالات کو مختلف اور متعدد زبانوں میں طبع کرا کے تقسیم کیا جائے گا۔ چنانچہ اس پرکاربند اور عمل پیرا ہوکر سب سے پہلے ہمارے ممدوح شیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری کے عربی مقالہ کو بہترین پیرایہ میں زیورِ طبع سے آراستہ کرتے ہوئے قارئینِ کرام کی خدمت میں پیش کردیا گیا، کیونکہ موصوف نے ہی اعلیٰ ترین واوّلین انعام حاصل کیا تھا۔

www.KitaboSunnat.com

LRL No. 183
Vol.39 NO.6

Monthly **MUHADDIS** Lahore

5866476
5866396

عناد اور تعصب قوم کے لیے زہرِ ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں
لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر اِفہام وتفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔

علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکارِ انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں
لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے
لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے
لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین ومسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

آئین وسیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے
لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے
لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ **محدث** لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات ومحاسن سے مزین پائیں گے، اِن شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

قیمت فی شمارہ ۲۰ روپے — زرِ سالانہ ۲۰۰ روپے

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL 99-J, Model Town, Lahore 54700